حالات و کرامات غوثِ اعظم پر ایک منفرد کتاب

مملوکہ میثم قادری

شانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ رسول بخش سعیدی

صُفّہ اکیڈمی

امتیاز آپٹیکل مدینہ مارکیٹ دبئی چوک صدر لاہور کینٹ ◎ فون: 6664563

حالات و کرامات غوثِ اعظم پر ایک منفرد کتاب

شانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ رسول بخش سعیدی

صُفّہ اکیڈمی

امتیاز آپٹیکل مدینہ مارکیٹ ڈی بی چوک صدر لاہور کینٹ ◎ فون: 6664563

ذخیرۂ کتب
محمد عباس قادری رضوی

یا اللہ کتاب نمبر: ____ یا رسول اللہ
ذخیرہ کتب
میثم عباس قادری رضوی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ

سلسلہ مطبوعات نمبر 16

نام کتاب ____ شان غوث اعظم
تصنیف ____ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ ____ علامہ رسول بخش سعیدی
تعداد ____ گیارہ سو
ناشر ____ صفہ اکیڈمی
قیمت ____ روپے

عطیات بھیجنے کیلئے:
صفہ اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر 6-1284 - الائیڈ بینک برانچ صدر بازار لاہور کینٹ

ملنے کے پتے:

- صفہ لائبریری، جامع مسجد مدنی (کچی مسجد) صدر لاہور کینٹ
- حجاز ہلی کیسٹنز، مرکز الاویس سستا ہوٹل دربار مارکیٹ، لاہور
- امتیاز آپٹیکل، مدینہ مارکیٹ دبئی چوک صدر لاہور کینٹ فون 6664563

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام میں شدید انتشار پیدا ہو چکا تھا مسلمان مختلف گروہوں میں بٹ کر اپنی اجتماعی قوت کھو بیٹھے تھے عالم اسلام میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا مسلمان غیر اسلامی شعار کو اپنائے ہوئے تھے۔ ہر طرف محرومی' شقاوت' جبرواستبداد اور فسق و فجور کا دور تھا عباسی خلفاء کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی اندلس میں اسلام دم توڑ رہا تھا دوسری جانب صلیبی آفت بن کر ارض مقدس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

ان حالات میں اہل علم کا یہ حال تھا کہ حنابلہ اور معتزلہ میں جنگ برپا تھی۔ احناف و شوافع آپس میں دست و گریباں تھے شیعوں اور سینوں میں الگ فساد برپا تھا۔

یہ وہ مختصر سے حالات تھے جن میں ملت اسلامیہ پر مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور درد دل رکھنے والے حضرات خون کے آنسو رو رہے تھے یکایک رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں ایک مرد کامل کا ظہور ہوا جس کی مسیحائی سے امت مسلمہ کے تن مُردہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی جن کے ظہور کی بشارتیں زمانہ ابی علی بن بسار بصری سے اولیا کرام دیتے آرہے تھے یہ مرد کامل "قطبِ ربانی" محبوب سبحانی" الشیخ السید عبدالقادر جیلانی حسنی والحسینی رحمتہ اللہ علیہ تھے جنہیں آج عالم اسلام "غوث اعظم" کے نام سے جانتا اور مانتا ہے۔ آپ کا نام عبدالقادر اور کنیت ابو محمد تھی۔ 470 ہجری میں آپ کی ولادت ایران کے صوبہ گیلان میں ہوئی آپ کے والد گرامی حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ نواسہ رسول سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اطہار سے تھے جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ ام الخیر رحمتہ اللہ علیہ امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھیں اسی لئے آپ کو نجیب الطرفین سید کہتے ہیں آپ کے نانا حضرت عبداللہ صومعی

رحمتہ اللہ علیہ گیلان کے رؤسا میں سے مقرب بارگاہ الٰہی اور تقویٰ کے پیکر تھے۔

محی الدین(دین کو زندہ کرنے والا) آپ کا لقب تھا یہ لقب نہ تو آپ کے والدین نے آپ کو دیا تھا اور نہ خود آپ نے یہ لقب رکھا تھا فرماتے ہیں ایک دن میں سفر سے واپس آرہا تھا جمعہ کے روز شہر بغداد میں پہنچا راستے میں مجھے ایک ضعیف و کمزور آدمی دکھائی دیا جس کے جسم میں طاقت نام کی کوئی چیز نہ تھی کمزوری اس قدر تھی کہ وہ اٹھ بھی نہ سکتا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا "اے عبدالقادر مجھے سہارا دو میں کمزور و ناتواں ہوں آپ فرماتے ہیں میں اس کے قریب گیا اسے سہارا دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی اس کی حالت بدلنے لگی اس سے ضعف و کمزوری جاتی رہی اور توانائی و تندرستی ظاہر ہونے لگی میں نے پوچھا تو کہا اے عبدالقادر مبارک ہو میں تیرے جد امجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہوں مردہ ہو رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مجھے نئی زندگی عطا فرما دی ہے فرماتے ہیں میں سراپا حیرت بنا مسجد کی سمت چل پڑا مسجد میں داخل ہوتے ہی جو آدمی سب سے پہلے مجھے ملا اس نے کہا السلام علیکم یا محی الدین اے دین کو زندہ کرنے والے میری طرف سے سلام قبول ہو۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگ میرے سامنے ادباً" کھڑے ہو گئے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے یا محی الدین پکارنے لگے حالانکہ اس سے پہلے مجھے کوئی اس لقب سے نہ جانتا تھا۔

بلا شک و شبہ آپ نے اس لقب کا حق ادا کیا اور اسلامی عقائد و نظریات پر جو مردنی کیفیت طاری تھی آپ نے اس کو حیات نو عطا کی اور اسلام کی روح کو بیدار کیا۔

مناقب غوث اعظم کے سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "شرح مشکوۃ شریف" میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔"کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان باطنی اعتقاد کا اور دین ان دونوں کے مجموعے کو کہتے ہیں گویا دین وہ جامع نظام ہے۔ جو بنی نوع انسان کے عقائد و اعمال، ظاہر و باطن، صورت و معانی، روحانیت اور جسمانیت پر مشتمل ہے۔ ایسے نظام کا احیاء نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر صدی کے آخر پر ایسی ہستیوں کی

نشاندہی فرمائی جن سے تجدید دین کا فریضہ انجام پذیر ہوتا ہے مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ مجددین کی فہرست میں ابتداء سے لے کر اس وقت تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں مگر محیی الدین کا لقب کسی اور کو عطا نہیں ہوا تاریخ اسلام کے مطالعے سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ حقیقتاً جناب غوث اعظم کی ذات گرامی سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچا اور یہ عظیم الشان لقب صرف آپ ہی کے وجود مسعود پر صادق آتا ہے۔ شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اٹھارہ برس کی عمر تک اپنے گاؤں میں رہے اس وقت تک آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ نے سنبھالی بعدازاں علم کے حصول کی خاطر 488 ہجری میں آپ بغداد تشریف لائے۔ 490 ہجری تک آپ نے علماء بغداد سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور روحانیہ حاصل کئے حصول علم کے بعد آپ نے بغداد کے گردونواح کے جنگلوں میں پچیس برس مجاہدہ کیا فرماتے ہیں اس دوران کئی بار تین تین دن سے لے کر چالیس چالیس دن تک بغیر کھائے پیئے زندگی بسر کی۔ آپ کے مجاہدات کے حوالے سے شیخ ابوالفتح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چالیس برس تک شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے دیکھا پندرہ برس تک یہ معمول رہا کہ نماز عشاء کے بعد اپنے خلوت کدے میں جاتے اور نماز فجر سے قبل ہر رات ایک قرآن مجید ختم فرما لیتے آپ نے علوم شرعیہ اس وقت کے نامور اہل علم حضرات سے حاصل کئے اور طریقت کی بیعت حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی بن حسین المخزومی رحمتہ اللہ علیہ سے کی جنہوں نے آپ کو خرقہ عطا فرمایا یہ خرقہ معمولی گدڑی نہ تھا بلکہ بارگاہ احدیت کی خاص عطا تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچا اور سلسلہ در سلسلہ صلحائے امت سے ہوتا ہوا شیخ ابوسعید مخزومی رحمتہ اللہ علیہ کی ملکیت میں آیا تھا۔ اور جس کا مستقل ٹھکانہ اب غوث اعظم سرکار کی ذات بابرکات تھی۔

اپنے شیخ کے وصال کے بعد 512 ہجری میں آپ نے اپنے شیخ طریقت کے مرید

باصفا حضرت حماد بن مسلم الدباس رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا پیر صحبت بنایا جب تک شیخ حماد دباس رحمتہ اللہ علیہ زندہ رہے۔ اس وقت تک آپ نے اپنا وقت درس و تدریس اور صحبت شیخ میں گزارا ان کی وفات کے بعد آپ نے عام لوگوں کی اصلاح کا کام زیادہ تیزی سے شروع فرمایا اگرچہ آپ بچپن سے ہی اشاعت دین کے کام میں معروف رہے۔ تھے۔

عوام الناس سے خطابات کا سلسلہ آپ نے 521 ہجری میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر شروع فرمایا چونکہ آپ عجمی تھے اور فصحائے عرب کے سامنے کلام کرنے کے اضطراب نے آپ کو روکا ہوا تھا۔ خود فرماتے ہیں ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا بیٹا تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا حضور میں ایک عجمی فصحائے عرب کے سامنے لب کیسے کھول سکتا ہوں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیٹا منہ کھول؟ غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے منہ کھولا تو سات بار تاجدار کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا "بیٹا حکمت و موعظت کے ساتھ لوگوں کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے رہو"

بعدازاں باب العلم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا بیٹا منہ کھولو؟ آپ نے تعمیل ارشاد کی تو چھ بار آپ نے لعاب دہن عطا فرمایا آپ نے عرض کی حضور سات بار نہیں؟ فرمایا بیٹا ادب رسالت ملحوظ خاطر ہے۔ اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

اسی روز غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا تو فصحائے بغداد دنگ رہ گئے فصاحت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو انسانی عقلوں کو خشک پتوں کی طرح بہا کر لے گیا۔ آپ کے علم کے حوالے سے حضرت شیخ بزاز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہو اس وقت آپ دودھ نوش فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے علم لدنی کے ستر دروازے

میرے لئے کھول دیئے ہیں اور ہر دروازہ زمین و آسمان کی وسعت سے بھی زیادہ بڑا ہے۔"(زبدۃ الاثار)

قطب وقت شیخ علی بن الیسمی رحمتہ اللہ علیہ سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت امام احمد بن حنبل کے مزار اقدس پر حاضری کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میں شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر انور سے باہر آکر غوث اعظم کا استقبال فرمایا اور آپ کو ایک خوبصورت پوشاک عطا کی اور کہا اے عبدالقادر علم شریعت' علم حقیقت علم حال اور فعل حال اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کر دیئے ہیں (زبدۃ الاثار)

امام ابن جوزی کے صاحبزادے شیخ محمد یوسف بیان کرتے ہیں حافظ ابوالعباس بغدادی نے مجھے بیان کیا کہ میں اور تیرے والد (محدث ابن جوزی) حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے وہاں کسی قاری نے قرآن حکیم کی ایک آیت مبارکہ کی تلاوت کی حضرت نے اس کی تفسیر کی میں نے ابن جوزی سے پوچھا کیا یہ تفسیر تیرے علم میں تھی انہوں نے کہاں ہاں۔ پھر آپ نے دوسری تفسیر فرمائی اس پر میں نے دوبارہ ابن جوزی سے پوچھا تو انہوں نے کہاں ہاں میں اس پر بھی آگاہ ہوں حتی کہ آپ نے اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں اور ہر تفسیر کے بارے میں ابن جوزی کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس آیت کی چالیس تفسیریں مع قائل و سند بیان فرمائی اور جب ابن جوزی سے میں نے پوچھا تو انہوں نے اقرار کر لیا کہ مجھے ان میں سے کسی کا بھی علم نہیں بلکہ وہ آپ کے اس وسیع علم پر متعجب ہوئے۔ ان تفاسیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم قال چھوڑ کر حال کی طرف چلتے ہیں اور پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پھر کیا تھا لوگوں میں ابن جوزی سمیت ایک عجیب رقت طاری ہو گئی حتی کہ محدث ابن جوزی نے اپنے کپڑے چاک کر لئے۔

(بہجۃ الاسرار' ۱۱۸)

امام ابن قدامہ رحمتہ اللہ علیہ آپ سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم 561 ھ میں جب بغداد گئے تو ہماری ملاقات سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی آپ کو ہم نے علم، عمل، حال اور فتوی کا تاجدار پایا آپ کے علوم کے اجتماع اور آپ کی بے پناہ شفقت کی وجہ سے طالب علم اس طرح آپ کا گرویدہ ہو جاتا کہ وہاں سے کسی اور جگہ جانے کا تصور بھی نہ کرتا اور آپ کی شخصیت میں اللہ تعالی نے اوصاف جمیلہ اور احوال عزیزہ کو اس طرح جمع فرمایا کہ میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہ پایا۔ (بہجۃ الاسرار، ۱۱۸)

علامہ عبدالقادر اربلی رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ کسی بندے کو ولی بنانا چاہتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اسے میرے بیٹے سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کی قابلیت اور استحقاق منصب ولایت کے لئے دیکھیں پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کا نام دفتر محمدیہ میں لکھ کر مہر لگا دیتے ہیں اور اسے دوبارہ تاجدار کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کی رائے و فیصلہ ملاحظہ فرما کر اس کے بارے میں حکم جاری فرماتے ہیں۔ پس اس کو ولایت کی خلعت سے آگاہ کیا جاتا ہے جو اس کو سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھ سے عنایت کی جاتی ہے اور وہ شخص اس خلعت کو جب پہن لیتا ہے تو عالم غیب اور شہادت میں مقبول و مسلم ہو جاتا ہے۔ (تفریح الخاطر ۳۸)

حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فتوح الغیب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بعض سابقہ کتب انبیاء علیہم السلام میں فرمایا ہے کہ اے بنی آدم میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں کسی شے کے ہونے کا ارادہ کرتا ہوں پس وہ ہو جاتی ہے "اے بندے تو میرا بن جا میں تجھے بھی یہ شان عطا کر دوں گا کہ جب تو کسی شے کے ہونے کا ارادہ کرے گا تو وہ شے ہو جائے گی" اس کے بعد فرماتے ہیں بلاشبہ

اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور خواص کو اس مرتبہ پر فائز فرمایا ہے

امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں ان خواص میں سے ایک سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس بھی ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر فقط اللہ کی رضا میں بقا پا چکے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کائنات میں تصرف و اقتدار عطا کیا گیا ہے۔(شرح فتوح الغیب' ۱۰۰)

شارح مسلم امام محی الدین نووی آپ کے علمی پائیہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔"آپ ریاست علمی و عملی میں انتہاء درجے کو پہنچے ہوئے تھے بدعتیوں سے آپ کو سخت نفرت تھی شعائر اللہ اور احکام شرعیہ کی اگر کوئی ذرہ بھر بھی توہین کرتا تو آپ غضبناک ہو جاتے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے سخی' کریم النفس اور یگانہ روزگار تھے۔ (قلائد الجواہر)

حافظ زین الدین بن رجب اپنی کتاب طبقات میں بیان کرتے ہیں آپ شیخ وقت زمانے کے سب سے بڑے عالم' مشائخ کے بادشاہ اور اہل طریقت کے تاجدار تھے۔ اہل سنت والجماعت نے آپ کی ذات والاصفات سے بہت تقویت حاصل کی۔(قلائد الجواہر)

امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں آپ بیک وقت تیرہ علوم میں گفتگو فرماتے اور آپ کے مدرسہ میں طلباء آپ سے مختلف فنون پر صبح و شام درس درس لیتے تھے مثلاً" تفسیر' حدیث' تصوف وغیرہ۔(الطبقات الکبریٰ)

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں آپ علم حدیث' فقہ' وعظ و ارشاد' اور علوم حقائق میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔(قلائد الجواہر)

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ ہفتے میں تین بار عوام الناس سے خطاب فرماتے آپ کی مجلس میں عوام الناس کے علاوہ عراق کے مشائخ' مفتی' علماء' جنات' رجال الغیب اور فرشتے بھی گروہ در گروہ شرکت کرتے۔

آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہونے والوں کی تعداد 70،70 ہزار تک جا پہنچ
تھی۔ اور غوث اعظم سرکار کی آواز شریک مجلس تمام حاضرین تک یکساں سنائی دی
آپ کے دست مبارک پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جبکہ لاکھوں افراد
توبہ کی اور اپنے کردار و اخلاق کو سنوار کر عباد الصالحین میں شامل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں بلا کی تاثیر رکھی تھی حقائق و معارف کا ایک سم
تھا جو ٹھاٹھیں مارتا تھا۔ آپ کی ذات بابرکات روحانی کمالات و تصرفات کے اعتبار
بھی اولیاء مشائخ میں منفرد ممتاز ہے آپ کی کرامات پر ایک زمانہ تب بھی دنگ تھا
آج بھی حیرت میں ڈوبا ہوا ہے آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ
کوششوں سے گلشن اسلام میں دوبارہ بہار آئی ہر طرف علم و عرفان کا اجالا ہوا فسق
فجور کی تاریکیاں دور ہوئیں مسلمان اخوت و محبت کی لڑی میں یک جان نظر آنے
اور یہود و نصاریٰ کے تمام ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔

حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و کرامات پر اب
تک علماء مشائخ نے بہت سی کتب تحریر فرمائیں۔ ان میں سے ایک کتاب عربی زبان میں
"غبطۃ الناظر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر" بھی ہے جو قاضی القضا
شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ جس کے اردو ترجمے کی
سعادت علامہ رسول بخش سعیدی مدظلہ نے حاصل کی جو کہ جامعہ اسلامیہ حضرت
سلطان باہو ٹرسٹ برمنگھم کے پرنسپل ہیں۔ اس منفرد اور خوبصورت کتاب کی اشاعت
کی سعادت پاکستان میں صُفہ اکیڈمی حاصل کر رہی ہے۔

راقم اختتام پر ان شخصیات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کے ذریعے یہ اہم
کتاب ہم تک پہنچی وہ خانوادہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو رحمتہ اللہ علیہ کے
چشم و چراغ حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری (چیئرمین حضرت سلطان باہو
ٹرسٹ) اور عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت رہبر شریعت حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن
قادری (سرپرست اعلیٰ حضرت سلطان باہو ٹرسٹ) ہیں جو آج بھی اپنے جد امجد کے

نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اللہ ربّ العزت صفّہ اکیڈمی کے احباب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور جملہ معاونین کو اپنی رحمتوں سے نوازے (آمین)

والسلام

عمر حیات قادری
ڈائریکٹر صفہ اکیڈمی
لاہور پاکستان
فون نمبر 6664563

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفوں کا مرکز وہ ذات جل شانہ ' ہے جو پوری کائنات کو کنٹرول کئے ہوئے ہے۔ لیکن تھکان کا تصور تک نہیں ' اس نے زمین و آسمان ' بحروبر ' جن و بشر ' شمس و قمر کو تخلیق فرمایا۔ وہی ہے جس نے زمانے کو وجود بخشا ' عزت و ذلت ' شرف و فضیلت ' عروج و زوال سب کچھ اسی کے قبضہء قدرت میں ہے۔ جسے چاہے عظمتوں کے کمال تک پہنچا دے اور جسے چاہے درکات کے زوال تک رسید کردے ' خلق میں تمام انسانوں کو برابر اسی نے کیا ' لیکن بعض کو بعض پر فضیلت تو اسی نے دی ہے نا! علم و رزق اسی کے قبضہء قدرت میں ہے۔ لیکن بانٹتا تو انسانوں کے واسطہ سے ہے۔ کائنات کو عالم اسباب اسی لئے ہی تو بنایا ہے۔ اگر چاہتا تو ہر انسان کو براہ راست ہدایت فرماتا ' لیکن اسی قانون حکمت کو مدنظر رکھتے ہوئے انبیاء و رسل بھیجے ' کیا آخری امت کو عزت و شان سے سرفراز فرماتے ہوئے وہ نبی عطا نہیں ' جسے اپنی محبت کا مرکز اور اس کائنات کا وجہ تخلیق قرار دیا ' کیا اسی نے یہ نہیں فرمایا کہ کائنات کا ہر ذرہ فقط ہمارے ارادے سے چلتا ہے۔ باقی میرا اور میرے فرشتوں کا کام نبیء رحمت پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔

اے مومنو! تمہارا کام بھی یہی ہونا چاہئے ' ہم تو اسی ذات کے درود و سلام کے ترانے گاتے ہیں اور گاتے رہیں گے۔ انہوں نے تو ہمیں معرفت الٰہی عطا کی ' رشد و ہدایت کا چشمہ انہیں ہی سے تو پھوٹتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام نے اسی چشمہ سے نہریں نکال کر پوری دنیا کو سیراب کرنے کا فریضہ سر انجام دیا ' اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : **" العلماء ورثۃ الانبیاء "** انبیاء کے وارث علماء ہی ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا ورثہ مال و متاع تو نہیں ہوا کرتا وہ تو علم و حکمت کے امین ہوتے ہیں۔ اور وہی ان کا ترکہ ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو منبر و محراب کے وارث بن کر ان کا صحیح طور پر حق ادا کرتے ہیں۔ دنیا کا حرص و لالچ ' شاہوں کی تعریفیں ' دنیا داروں کے محلات کا طواف ان کا شیوا نہیں ہوا کرتا ' وہ

تو داعی الی الحق ہوتے ہیں۔ دنیا کے فوائد کی خاطر کسی کی ناجائز تعریف کرنا انہیں زیب نہیں دیتا۔

انہیں میں سے سیدی و مرشدی ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آئندہ صفحات میں انشاء اللہ ہم ان کی زندگی کے نشیب و فراز، علم کے حصول کے لئے سفر، مشکلات و صعوبتوں کی برداشت، پھر علم کی خدمت، ان سے کرامات کا ظہور یہ سب چیزیں ورطہء تحریر میں آئیں گی۔

لیکن اہم بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ زیر مطالعہ کتاب جسے ہم نے عربی سے اردو میں ڈھالا ہے یعنی "غبطتہ الناظر فی ترجمتہ الشیخ عبدالقادر" قاضی القضاۃ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) کی تالیف ہے۔ ہمارے ایک برٹش دوست ڈاکٹر عبدالحکیم مراد جو کیمرج یونیورسٹی انگلینڈ میں پروفیسر ہیں، کافی عرصہ ہوا انہوں نے اسلام قبول کیا اور واقعی قبول کیا، وہ مسلمان کی تعریف کا صحیح مصداق ہیں۔ ایک مرتبہ دوران ملاقات انہیں نے فرمایا کہ

School of Oriental and African studies, University of London
میں "شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پر" عربی زبان میں ایک نایاب کتاب ہے۔ جو شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے۔ جو 1903ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی، اگر آپ اس کا اردو اور انگلش میں ترجمہ کردیں تو بہت بڑا کام ہو گا۔

جب میں نے مصنف کا نام سنا کہ ایک عظیم شخصیت نے نہایت ہی عظیم شخصیت، جو ہر مسلمان کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں، کے بارے میں قلم اٹھایا ہے تو تدریسی، تبلیغی اور چند دیگر مصروفیات کے ہوتے ہوئے میں نے لبیک کہا اور چند ماہ میں اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ترجمہ مکمل کردیا۔

جب میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو شروع ہی میں اس کتاب کے ناشر Edward Dennison Ross تھوڑا سا شک میں مبتلا ہو گئے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں "احتمال ہے کہ مصنف ابن حجر عسقلانی ہوں" ان کے اسی قول سے قارئین کا وہم میں مبتلا ہونا فطری عمل ہے۔ اور یہی کچھ ہمارے ساتھ ہوا، لیکن ذرا تحقیق کرنے سے یقین ہو گیا

کہ مصنف ابن حجر عسقلانی ہی ہیں۔ میرے خیال میں ناشر نے تحقیق سے کام نہیں لیا' اگر تھوڑی سی تحقیق کرتے تو ان پر ضرور حقیقت حال منکشف ہو جاتی' کیونکہ صفحہء اول پر مولف کا جس طریقے سے نام لکھا ہوا ہے' مثلاً تالیف "قاضی القضاۃ شیخ الاسلام ابن حجر" اور یہ بات تاریخ و تراجم کی کتابوں سے واضح ہوتی ہے کہ قاضی القضاۃ ابن حجر عسقلانی ہے اور شیخ الاسلام بھی انہیں کا خطاب رہا ہے۔ اس کے علاوہ جب مستشرقین محققین حضرت الغوث الشیخ عبدالقادر جیلانی پر لکھی گئی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو غبطۃ الناظر کو شیخ الاسلام ابن عسقلانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر D.S. Margoliaith اپنی کتاب

Contribution to the biography of Abd Al_ Qadir of Jilane

میں غبطۃ کو ابن حجر عسقلانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ان کے الفاظ

A brief life of the saint in Arabic ascribed to Ibn Hajar al_ Askalani

پڑھنے سے اور حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

باقی ان کی مشہور تصانیف میں اس کا ذکر نہ ہونا عدم وجود کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اسلاف محققین کی کثیر تعداد ہے۔ جن کی تمام مصنفات ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکیں۔ ہو سکتا ہے بعد میں آہستہ آہستہ آتی رہیں گی' مثلاً اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلی' ان کا عظیم مرکز بھی تھا' شاگردوں' مریدوں اور ماننے والوں کی ایک کثیر تعداد اور زمانہ بھی طباعت و نشرو اشاعت کا لیکن پھر بھی ان کی تمام مصنفات سامنے نہیں آئیں۔ آپ شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابن حجر عسقدنی کے زمانہ کو دیکھیں' رات دن لکھ رہے ہیں۔ ایک مسودہ شاگرد لے گیا تو دوسرا دوست کہ دیکھ کر یا نقل کر کے واپس کر دیں گے' پھر سفروں سے واسطہ جو کئی مہینوں کے پیدل ہوا کرتے تھے' زمانہ طباعت کا نہ نشرو اشاعت۔ بہرحال ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انہیں کی کتاب ہے۔ ہم ناشر کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو طبع کر کے ہم تک پہنچانے کا سبب بنے' اس

تحقیق کی تیاری میں برادرم سیدی اقبال اور سب سے بڑھ کر عزیزم حافظ محمد امجد کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے مستشرقین کی کتابیں تلاش کرنے میں معاونت کی۔ اللہ رب العزت ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔

اور صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری چیئرمین حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کا نہایت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جن کی حوصلہ افزائی سے راقم اپنی تیسری کتاب مکمل کرنے پر قادر ہوا۔ آخر میں صفہ اکیڈمی کے احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے پاکستان میں کتاب کی صورت میں طباعت کا اہتمام کیا اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

خاکپائے سید العلماء والاتقیاء

رسول بخش سعیدی

پرنسپل جامعہ اسلامیہ

حضرت سلطان باہو ٹرسٹ برمنگھم (انگلینڈ)

غِبطۃ الناظر فی ترجمۃِ الشیخ عبد القادر

تصنیف۔

شیخ السلام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ

مقدمہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے جس نے اوائل زماں سے انبیاء کو بھیج کر لوگوں کو حق بات کی ہدایت فرمائی اور ہر لحہ ان میں اولیاء کرام کو ظاہر فرما کر ہدایت کے بھولنے سے اپنی مخلوق کی حفاظت فرمائی۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ بندہ ایڈورڈ دنیسوں راس کہتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح میں ہے اس کا شمار نایاب کتابوں میں ہوتا ہے۔ میں نے اسے بنکی پور مولوی خدا بخش کے کتب خانہ میں پایا' اگرچہ کتاب اور مصنف کا نام متن میں مذکور نہ تھا لیکن جستجو کے بعد پتہ چلا کہ کاتب نے پہلے ہی صفحہ پر لکھ دیا ہے۔ **غبطتہ الناظر فی ترجمتہ الشیخ عبدالقادر۔** (اللہ رب العزت ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے)۔

تالیف المرحوم قاضی القضاہ الشافعی شیخ الاسلام ابن حجر' اللہ رب العزت اپنی رحمت خاصہ سے انہیں کے سائے میں رکھے (آمین) **اللھم صل علی سیدنا محمد و الہ و صحبہ وسلم۔**

چنانچہ احتمال ہے کہ مصنف ابن حجر عسقلانی ہوں لیکن ابن حجر عسقلانی کی مشہور اور کثیر تصنفات میں' میں نے اسے نہیں پایا اور جبکہ اس بے مثل کتاب کا کوئی اور نسخہ اس زمانہ میں نہیں پایا تو اس کی طباعت کا میں نے ارادہ کیا تاکہ لوگوں کے درمیان یہ معروف ہو جائے' دوسرا باعث میلان اس طرف یہ بھی ہے کہ میرے دوست ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت حنفی اور قادری ہے۔ اس خیال کے پیش نظر کہ اس کتاب کی طباعت اور اشاعت ان کے ہاں مقبول و مرغوب ہو گی۔ میں اس کی طباعت و اشاعت کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رب العزت جو وہاب ہے' سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کی طباعت کی تکمیل میں آسانیاں فرمائے اور مسلمانوں پر اس کے نفع کا فیض جاری فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے میں نے یہ مختصر عبارت تحریر کی میں اس کے فضل و رحمت کے دوام کی امید کرتا ہوں آمین یا رب العالمین آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام خوبیوں کا مالک اللہ رب العزت ہے جو اپنے اہل محبت کو بزرگی دینے اور اپنی مخلوق میں سے ایک دوسرے پر مراتب میں فضیلت دینے پر قادر ہے اور وہی اپنے بندوں پر قاہر ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، و سچی گواہی جو ہر اس شخص کی قدر و منزلت بلند کر دیتی ہے جو اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے وقف کر دے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے جنت کی نعمتوں کی طرف لے جائے گی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں جو بعثت کے وقت اس کے آخری نبی اور قیامت کے دن جنت کے دروازوں کو کھولنے والے ہوں گے تاکہ اس کے اولیاء اس میں داخل ہوں۔ اللہ رب العزت ان پر، ان کی آل اور ان کے محبوب صحابہ پر درود و سلام بھیجے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ مختصر تحریر مشائخ الزمان حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کے سوانح میں ہے، میں نے اس شخص کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا ہے جس نے اس کی طلب کا ارادہ کیا اور اس کے حصول رغبت میں جلدی کی، میں نے اسے جنت کے آٹھ دروازوں کی تعداد کے مطابق آٹھ ابواب پر ترتیب دیا ہے اور میں نے اسے اپنے لئے بخشش کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ آپ (رضی اللہ عنہ) کی برکت سے میرے لئے ہر مشکل سے محفوظ قلعے ثابت ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ہی میرا بھروسہ ہے اور وہی مددگار ہے اور اسی سے ہر خطا سے حفاظت مانگتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پہلا باب

شیخ نور الدین صاحب نے فرمایا ہے کہ مجھے علی بن محمد بن عبدالرزاق الملالی البغدادی کے دونوں بیٹوں ابوالمعالی احمد اور محمد نے بتایا کہ قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے کہا، میں کہتا ہوں کہ شیخ عبدالرزاق حضرت عبدالقادر الجیلانی کی ثقہ اولاد میں سے ہیں اور ان کے بیٹے ابوصالح نصر ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ ان سے ہمیں اعلیٰ مرتبہ کی روایت پہنچی ہے۔

آپ کی پیدائش

بقول ابن نجار آپ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے جبکہ دوسرے مورخین نے کہا ہے کہ آپ کی
پیدائش "سن ستریا جو اس کے بعد" ہے۔ حضرت شیخ سے خود ان کی پیدائش کے بارے سوال کیا گیا تو
آپ نے فرمایا: میں صحیح طور پر تو نہیں جانتا البتہ جب میں بغداد آیا اس وقت میری عمر ۱۸ برس تھی
یہ وہ سال ہے جس میں حنابلہ کے امام شیخ تمیمی کی وفات ہوئی اور ان کی وفات جمادی الاول ۴۸۸ھ
میں ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ' کنیت امتہ الجبار اور لقب ام الخیر ہے۔ علامہ یونینی نے کہا
ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے سیدہ کو خیر و بھلائی کا وافر حصہ ملا ہوا تھا اور ابو سعید ہاشمی نے کہا
ہے کہ اس معاملہ میں آپ کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ آپ حضرت شیخ زاہد ابو عبداللہ صومعی کی
لخت جگر ہیں۔ آپ کا ذکر نیکی اور خیر کے حوالہ سے کیا جاتا تھا۔ شیخ شطنوفی نے شیخ عارف محمد دریائی
قزوینی کے واسطہ سے کہا کہ جن مشائخ سے میری ملاقات ہوئی شیخ صومعی ان سے اجل اور ارفع تھے
بارگاہ ایزدی میں آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آپ کا شمار گیلان کے امراء اور مشائخ میں ہوتا ہے۔
آپ جب بھی کسی پر غصہ میں ہوتے تو اس شخص پر اس کا فوراً اثر ہوتا۔ آپ کثیر الکرامات تھے' اس
نسب کو موسیٰ یونینی نے ذکر کیا ہے اور امام شطنوفی نے شیخ مفرج بن شہاب سے روایت کیا ہے۔ و
فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر تھا' آپ کچھ فرما رہے
تھے اچانک آپ نے اپنا سلسلہ ء کلام منقطع کر دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' آپ
نے فرمایا میری والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ شیخ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہم نے وہ تاریخ نوٹ کر لی
کچھ عرصہ بعد ہمیں پتہ چلا کہ بالکل اسی وقت میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا جو آپ نے فرمایا
تھا۔ آپ کے بھائی عبداللہ عالم شباب میں اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے اور والد گرامی کے
وصال کے وقت آپ صغر سنی میں تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی کفالت کی۔ امام شطنوفی نے
شیخ نصر بن عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے عجم کے عظیم مشائخ و علماء سے
وہ اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رمضان شریف کے مہینہ میں اپنی
والدہ ماجدہ کے سینہ سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ شعبان کے آخر
میں مطلع ابر آلود ہو گیا' پتہ نہیں چل رہا تھا کہ رمضان المبارک کی ابتداء ہوئی ہے یا نہیں۔ تو لوگوں
نے آپ کی والدہ ماجدہ سے پوچھا' آپ نے فرمایا' اس دن عبدالقادر نے مجھ سے دودھ نہیں پیا' لگتا
ہے مقدس مہینہ کی ابتداء ہو چکی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ماہ مقدس کی ابتداء واقعی اسی دن سے تھی
جس دن حضرت شیخ نے اپنی والدہ سے دودھ نہیں پیا تھا۔ شہر بھر میں مشہور ہو گیا کہ ایک صالح بچہ
پیدا ہوا ہے جو رمضان شریف میں اپنی والدہ سے دودھ نہیں پیتا۔ آپ کی ایک پھوپھی تھیں جن کا
نام عائشہ تھا' بہت نیک صالحہ خاتون تھیں۔

فصل فی صفتہ: آپ کے اوصاف کے بیان میں

شیخ موفق نے فرمایا ہے کہ آپ کمزور بدن، درمیانہ قد، چوڑا سینہ، لمبی داڑھی، گندمی رنگ اور آپ کے دونوں ابرو ملے ہوئے تھے۔ آپ بلند آواز اور پر رونق تھے۔ حضرت ابراہیم بن داری سے روایت ہے کہ آپ علماء کا لباس پہنتے تھے اور اچھا لباس بہت پسند فرماتے تھے، آپ کی سواری عام طور پر خچر ہوا کرتی تھی۔

دوسرا باب: علوم شرعیہ اور زہد طریقت

ابن نجار نے گذشتہ سند کے واسطہ سے فرمایا ہے کہ میرے پاس ابو محمد عبداللہ بن ابوالحسن الجبائی نے خط لکھا، اس خط میں سے کچھ یہاں پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ شیخ عبدالقادر نے ہمیں بیان فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ نے مجھے فرمایا: بغداد چلو اور علم حاصل کرو۔ چنانچہ میں شہر بہ شہر چلتا رہا، انہوں نے سولہ یا اٹھارہ سال کا فرمایا کہ میں اس عمر میں علم کے حصول کے لئے گھر سے نکلا اور محمد بن قائد الاوانی نے فرمایا، میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے شروع شروع میں کن اصولوں پر بنیاد رکھی۔ آپ نے فرمایا: سچائی پر۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا حتیٰ کہ جب میں قافلہ میں تھا اس وقت بھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ نے مزید فرمایا: جب میں اپنے شہر میں چھوٹا تھا میں عرفہ کے دن کھیتوں کی طرف نکلا۔ جب میں بیل کے پیچھے چلا تو اس بیل نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عبدالقادر تم اس لئے پیدا نہیں ہوئے اور نہ اس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں، میں اپنے گھر لوٹا اور چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ لوگ میدان عرفات میں جمع ہیں، تو میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے اللہ کے لئے وقف فرما دیں میں بغداد جانے کا سوچ رہا ہوں تاکہ وہاں علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ انہوں نے مجھ سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو میں نے ان کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر وہ رو پڑیں اور فرمایا: میرے پاس اسی دینار ہیں، آپ کے والد کے ترکہ سے مجھے وراثت میں ملے ہیں، انہوں نے چالیس دینار میرے بھائی کے لئے چھوڑے جبکہ دوسرے چالیس میری گدڑی میں میری بغل کے نیچے سی دیئے اور مجھے چلنے کی اجازت فرمائی اور فرمایا کہ بیٹا! کبھی جھوٹ نہیں بولنا، ہمیشہ سچی بات کہنی ہے۔ مجھے الوداع کہنے گھر سے باہر تشریف لائیں اور فرمایا اے میرے بیٹے! جاؤ تم اللہ کی رضا کے لئے نکل رہے ہو۔ یہ وہ چہرہ ہے جسے قیامت تک نہیں دیکھ پاؤں گی۔ تو میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ چل پڑا جو بغداد جا رہا تھا۔ جب ہم ہمدان سے آگے بڑھے اور جنگل میں پہنچے تو ساٹھ شہسوار ہمارے سامنے آ گئے، انہوں نے قافلے کو لوٹنا شروع کیا لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہ کیا ان میں سے ایک

میری طرف آیا اور پوچھا: اے مسکین! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: چالیس دینار۔ اس نے کہا: کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ میں اس کے ساتھ مذاق کر رہا ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا پھر ایک اور آیا اس نے بھی پہلے کی طرح سوال کیا' میں نے اسے بھی پہلے کی طرح جواب دیا' وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ دونوں اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے اور اسے سب کچھ بتا دیا جو انہوں نے مجھ سے سنا تھا۔ اس نے کہا' اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ مجھے اس کے پاس لے جایا گیا' وہ ایک ٹیلے پر بیٹھے قافلہ کے مال کو تقسیم کر رہے تھے۔ ان کے سردار نے مجھ سے پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: چالیس دینار' اس نے کہا: وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میری گدڑی میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ تو اس نے گدڑی کے پھاڑنے کا حکم دیا' جب گدڑی کو پھاڑا گیا تو اس میں چالیس دینار نکل آئے۔ اس نے کہا: آپ نے کیوں بتایا؟ میں نے کہا: میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے سچ بولنے کا وعدہ لیا تھا' میں اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔ ڈاکوؤں کا سردار یہ سن کر رونے لگا اور کہا تم تو اپنی ماں کے ایک وعدہ کی بھی وعدہ خلافی نہیں کر سکتے' میں تو کئی سالوں سے اپنے رب کے وعدہ کے خلاف کر رہا ہوں۔ تو شیخ فرماتے ہیں: وہ میرے ہاتھ پر تائب ہو گیا' اس کے ساتھیوں نے کہا: جیسا تو ڈاکہ زنی میں ہمارا سردار تھا' آج توبہ میں بھی تو ہمارا رہبر ہے۔ چنانچہ وہ سارے میرے ہاتھ پر تائب ہو گئے اور قافلے کا وہ لوٹا ہوا سامان انہوں نے واپس کر دیا' وہ سب سے پہلے افراد تھے جو میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

شیخ عبداللہ سلمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کئی روز تک کھانا نہ ملا' اتفاق سے میں محلہ قطیعہ شرقیہ میں چلا گیا' وہاں ایک شخص نے ایک ملفوف کاغذ میرے ہاتھ میں دیا' میں اسے لے کر ایک بقال کی دکان پر آیا اور اس کے بدلے میں میدہ کی روٹی اور خبیص لے کر اس سنسان مسجد کی طرف گیا جہاں میں تنہا بیٹھ کر اپنے اسباق کو دہرایا کرتا تھا' اس کھانے کو میں نے اپنے سامنے رکھ لیا اور سوچنے لگا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ اتنے میں دیوار میں ایک ملفوف کاغذ پر میری نظر پڑی۔ میں نے اس کاغذ کو اٹھا لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتب میں سے کسی ایک کتاب میں فرمایا ہے کہ "خدا کے شیروں کو لذات و خواہشات سے کیا سروکار' خواہشات اور لذات تو صرف ضعیف اور کمزور لوگوں کے لئے ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اطاعت و عبادت الٰہی پر قادر ہوں" میں نے رومال لیا اور جو کچھ اس میں تھا وہیں مسجد میں قبلہ کی جانب چھوڑ کر دو رکعت نماز نفل ادا کر کے وہاں سے چل پڑا اور طلحہ بن مظفر علثی کہتے ہیں کہ مجھے شیخ نے بتایا: جب پہلے پہل میں بغداد پہنچا تو وہاں بیس روز تک مجھے نہ تو کوئی کھانے کی چیز ملی اور نہ ہی کوئی مباح شی ہاتھ آئی۔ آخر مجبور ہو کر میں ایوان کسریٰ

کے ویرانے کی طرف نکلا تاکہ کوئی مباح چیز مل سکے مگر جب وہاں پہنچا تو اپنی طرح ستر اولیاء کو پیٹ کے لئے مباحات کی تلاش میں پھرتے پایا' میں نے دل میں سوچا کہ ان میں مزاحم ہونا مروت کے خلاف ہے چنانچہ میں بغداد واپس آ گیا۔

راستہ میں مجھے اپنے وطن کا ایک شخص ملا جو مجھے جانتا تھا' اس نے مجھے سونے کا ایک ٹکڑا دیا اور کہا کہ یہ تیری والدہ نے تیرے لئے بھیجا ہے۔ میں نے اس میں سے تھوڑا سا اپنے لئے لے لیا اور باقی لے کر فوراً ایوان کسریٰ کے ویرانے کی طرف گیا اور ان ستر اولیاء میں تقسیم کر دیا جو میری طرح قوت لایموت تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو؟ میں نے کہا' یہ میری والدہ صاحبہ نے میرے لئے بھیجا ہے۔ میں نے یہ نامناسب سمجھا کہ میں اپنے اس حصہ سے آپ لوگوں کو محروم رکھوں پھر میں بغداد لوٹ آیا اور سونے کے ٹکڑا سے کھانا خرید کر فقراء کو آواز دی۔ چنانچہ ہم سب نے مل کر کھایا۔ اب اس پارۂ زر سے میرے پاس کچھ بھی نہ بچا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میری والدہ کا مجھ سے بہت پیار تھا' انہوں نے میری طرف بہت سے خطوط لکھے جن میں اپنے شوق کا تذکرہ کیا' کبھی تو ایسا ہوا کہ اپنے کچھ بال کاٹ کر خط کے اندر رکھ دیئے اور میری طرف بھیج دیا۔ میں بھی ان کی طرف جوابی خطوط لکھا کرتا تھا۔ ایک خط میں' میں نے لکھا اگر آپ چاہیں تو علم کا حصول چھوڑ کر آپ کی طرف آ جاؤں۔ انہوں نے میری طرف لکھ بھیجا: واپس نہ آؤ بلکہ علم کے حصول میں مشغول رہو۔ میں مشائخ سے فقہ پڑھنے میں مشغول رہا' کبھی بغداد سے نکل کر صحراء کی طرف چلا جاتا اور جا کر ویرانے میں بیٹھتا' میرا لباس' اون کا جبہ اور سر پر ایک رومال ہوتا' میں ننگے پاؤں پیدل چلتا' کبھی کانٹوں سے واسطہ پڑتا تو کبھی پتھروں سے لیکن کسی مصیبت نے بھی میرے ارادوں کو متزلزل نہ کیا' بسا اوقات میرے نفس نے خواہشات اور لذات شوق کا مجھ سے بے حد مطالبہ کیا' میں ہمیشہ نفس کی مخالفت کرتا رہا' صحراء کی تلاش میں ایک سے دوسرا راستہ پھرتا رہا' ایک دن میں چل رہا تھا کہ اچانک ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوا مجھے ملا' میں نے اٹھا کر اسے پڑھا' اس میں لکھا ہوا تھا ہمت والوں کو سہولت سے کیا رغبت' یہ تو کمزوروں کے لئے بنائی گئی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے رب کی طاعت و فرمانبرداری پر قادر ہوں' پڑھتے ہی ساری خواہشات میرے دل سے نکل گئیں۔ میں سبزیوں اور دریا کے کنارے لگے کاہو کے پتے اور گھاس کھاتا رہا' بس یہی میرا رزق رہا۔

شیخ فرماتے ہیں ایک دفعہ بغداد میں قحط پڑا' جس کی وجہ سے مجھے نہایت تنگدستی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' کئی روز تک میں نے کھانا بالکل نہ کھایا' صرف گری پڑی چیز کھا لیتا تھا بس اسی پر گذارا تھا۔

شیخ فرماتے ہیں ایک روز بھوک کی شدت اور سختی کی وجہ سے میں دریائے دجلہ کی طرف نکلا تاکہ وہاں کاہو کے پتے وغیرہ کھا سکوں۔ میں جہاں جاتا وہاں پہلے ہی لوگوں کا جم غفیر ہوتا۔ میں نے

جب بھی کوئی چیز پائی ساتھ ہی اس پر فقراء کا ایک ہجوم پایا' میں نے ان میں مزاحم ہونا مناسب نہ سمجھا بلکہ بغیر کسی چیز کے واپس شہر لوٹ آیا' بھوک کی شدت نے بہت ستایا' قوت لایموت کے لئے پھرتا پھرتا محلے کی مسجد جس کا نام "مسجد یاسین" ہے میں داخل ہوا' اس وقت بھوک سے بالکل بے تاب ہو گیا' دماغ چکرانے لگا' حواس گم اور اوسان جاتے رہے۔ جب چلنے سے عاجز آ گیا تو مسجد کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا' اس وقت موت کو بالکل قریب محسوس کرنے لگا۔

دریں اثناء ایک عجمی جوان مسجد کے اندر داخل ہوا جس کے ہاتھ میں روٹی اور بھونا ہوا گوشت تھا۔ وہ بیٹھ کر کھانے لگا' شدت بھوک کا یہ عالم کہ جب بھی وہ کھانے کے لئے لقمہ اٹھاتا تو بے اختیار میرا منہ کھل جاتا' میں نے اپنے نفس کو اس نامناسب رویہ پر ملامت کی اور کہا اے نفس! توکل بھی آخر کوئی چیز ہے اتنی بے صبری! آخر کیوں؟

اتنے میں اس عجمی جوان کی مجھ پر نظر پڑی' مجھے دیکھتے ہی اسے نے مجھے دعوت دی اور کہا: "ارے بھائی! آیئے اور میرے ساتھ کھایئے" لیکن میں نے اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا۔ اس نے قسم دے کر بے حد اصرار کیا' مجبوراً مجھے اس کی دعوت کو قبول کرنا پڑا' ابھی تھوڑا سا کھایا ہی تھا کہ اس نے میری مصروفیات وغیرہ کے بارے سوال کرنے شروع کر دیئے اور کہا آپ کون ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ کا مشغلہ کیا ہے؟ آپ کس نام سے پہچانے جاتے ہیں؟

میں نے کہا' علم فقہ پڑھتا ہوں' جیلان کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا' میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں' کیا آپ عبدالقادر نامی جوان کو جانتے ہیں؟ وہ بھی جیلان کے ہیں اور شیخ عبداللہ صومعی کے نواسے کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میں ہی ہوں۔ اس پر وہ گھبرایا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا' خدا کی قسم بھائی! جب میں بغداد پہنچا تو میرا ذاتی خرچ بھی ساتھ تھا مگر جب کئی روز کی جستجو اور تلاش کے بعد بھی آپ کا سراغ نہ لگا' کسی سے بھی آپ کا پتہ نہ چلا یہاں تک کہ میرا ذاتی نفقہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد متواتر تین دن تک میں اس حالت میں رہا کہ آپ کی امانت کے سوا میرے پاس کھانا خریدنے کے لئے کچھ اور نہ تھا۔

جب میں نے دیکھا تین روز بغیر کھانے کے گذر گئے اور آج چوتھا دن ہے میں نے سوچا تین دن کھانے کے بغیر رہا۔ اب تو شریعت نے بھی مجھے مردار کھانے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے میں آج تمہاری امانت سے ایک وقت کے کھانے کے دام نکال کر یہ کھانا خرید لایا ہوں' اب آپ خوشی سے یہ کھانا تناول فرمایئے' یہ آپ ہی کا کھانا ہے اور میں آپ کا مہمان ہوں اگرچہ پہلے بظاہر یہ میرا کھانا تھا اور آپ میرے مہمان تھے۔

جو کچھ بھی اس نے کہا میں نے اس کی وضاحت پوچھی' اس نے کہا دراصل آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کے لئے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے' قسم بخدا میں نے ماسوائے آج کے ان میں خیانت نہ کی۔ میں نے آپ کے خرچہ سے یہ کھانا خریدا ہے اس کی بھی آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ اس کا یہ جواب سن کر میں نے اسے تسلی اور اطمینان دلایا پھر میں نے اسے کچھ دینار دے کر رخصت کیا اور کہا یہ آپ کا سفر خرچ ہے تاکہ آپ آرام سے واپس پہنچ سکیں۔

شیخ طلحہ بن مظفر علثی کہتے ہیں۔ مجھے شیخ الجیلانی نے بتایا' ایک دن میں صحرا میں بیٹھا فقہ کا تکرار کر رہا تھا' غربت' تنگدستی اور بھوک کی وجہ سے میری حالت دگرگوں تھی کہ اچانک ہاتف غیبی نے مجھے آواز دی' اے عبدالقادر! جاؤ گذر اوقات کے لئے کچھ قرض لے لو تاکہ تحصیل علوم' خصوصاً" فقہ کے حصول میں دشواری پیش نہ آئے۔ میں نے کہا' میں کیسے قرض لوں میں تو مفلس و نادار آدمی ہوں' میرے پاس کچھ بھی نہیں' ادائیگی کیسے کروں گا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی' قرض لے لو' ادا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ شیخ فرماتے ہیں' یہ سن کر میں نانبائی کے پاس آیا اور کہا تم مجھے اس شرط پر کھانا دے دیا کرو کہ اگر اللہ رب العزت نے کوئی سہولت پیدا فرما دی تو ادا کر دوں گا اور اگر زندگی نے وفا نہ کی تو مجھے معاف کر دینا۔ شیخ فرماتے ہیں' جب نانبائی نے یہ الفاظ سنے تو وہ بے اختیار رو پڑا اور کہا' یا سیدی! میں آپ کے حکم کا پابند ہوں' آپ جو بھی چاہیں لے سکتے ہیں۔ میں ہر روز اس سے ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن لیتا تھا' جب مجھے روٹی لاتے ایک مدت گذر گئی تو ایک روز مجھے یہ سلسلہ بہت ناگوار گذرا کہ ہر روز کھائے تو جاتا ہوں لیکن ادائیگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اتنا خیال آیا ہی تھا کہ اچانک ہاتف غیبی نے آواز دی' اے عبدالقادر! فلاں جگہ کی طرف جاؤ اور جو کچھ بھی پڑا ہوا ملے' لے کر دکان دار کو دے دو۔ میں حسب ارشاد وہاں آیا' کیا دیکھتا ہوں کہ سونے کا ایک بڑا ٹکڑا پڑا ہے' میں نے اٹھا کر دکاندار کو دے دیا۔

مانگنے سے پرہیز

شیخ طلحہ بن مظفر علثی فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ الجیلانی نے بتایا: اہل بغداد کی ایک جماعت فقہ کے حصول میں معروف تھی' جب غلہ کے دن آتے تو وہ کھیتوں کی طرف نکل جاتے اور وہاں سے کچھ غلہ وصول کر لاتے۔ ایک دن انہوں نے مجھے کہا کہ "یعقوبا" بستی میں ہمارے ساتھ چلو' وہاں سے کچھ غلہ وصول کر لائیں' ان دنوں میں نہایت تنگی کی حالت میں تھا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہو لیا' "یعقوبا" بستی میں ایک صالح آدمی رہتا تھا' لوگ اسے شریف یعقوبی کے نام سے پکارتے تھے' میں اس کی زیارت کے لئے گیا' باتوں باتوں میں اس نے مجھے کہا' طالبان حق یا نیک لوگ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اس کے بعد میں مانگنے کے لئے کبھی نہ نکلا۔

مشغولات شیخ

شیخ فرماتے ہیں کہ میری مصروفیات میں صرف دو چیزوں کا دخل رہا ایک اشتغال بالعلم اور دوسرا زیارت صالحین اور مجاہدہ کا مجھ پر غلبہ ہونے لگا' وجد و کیف نے میری یہ حالت بناڈالی کہ دن اور رات صحراء کے چکر کاٹتا پھرتا جس طرف منہ اٹھتا اس طرف نکل پڑتا' ایک رات مجھ پر ایک خاص وجدانہ کیفیت طاری ہوئی' اس وقت میں نے بے ساختہ زور کے ساتھ چیخ ماری' کچھ فاصلے پر ڈاکو میری یہ آواز سن کر خوفزدہ ہو گئے۔ وہ میری طرف دوڑے ہوئے آئے مجھے بے ہوش پڑا دیکھ کر کہنے لگے یہ تو عبدالقادر مجنون ہے' اللہ اس کا بھلا کرے اس نے ہمیں یونہی ڈرادیا' وہ ڈاکو رات کو شہر بغداد کے ارد گرد گھومتے رہتے تھے تاکہ کوئی شکار مل جائے جس کا مال چھین لیں۔ شیخ فرماتے ہیں' ایک مرتبہ مجھ پر حال کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ لوگ مجھے اٹھا کر شفاخانہ لے گئے وہاں وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ہوشی کے عالم میں مجھ میں اور مردہ میں کوئی تمیز نہ رہی۔ لوگ مجھے مردہ سمجھ کر کفن خرید لائے' غسل دینے والے کو بلالائے' تختے پر انہوں نے مجھے لٹا دیا کہ یکایک میری حالت سنبھل گئی اور میں کھڑا ہو گیا۔

حالات بغداد سے پریشانی

شیخ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے دل میں خیال آیا کہ بغداد میں کثرت فتنہ و فساد کی وجہ سے میں یہاں سے چلا جاؤں' چنانچہ قرآن مجید بغل میں دبا کر باب الحلیفہ کی طرف چل نکلا تاکہ وہاں سے صحرا کی طرف بھاگ جاؤں' اچانک ہاتف غیبی نے مجھے آواز دی کہ کہاں جاتے ہو اور ساتھ ہی مجھے زور سے دھکا دیا جس سے میں گر پڑا۔ راوی کا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا میں پیٹھ پر گر پڑا' پھر اس نے کہا' واپس جاؤ' تمہارے ذریعہ خلق خدا کو نفع پہنچے گا۔ میں نے کہا' مجھے خلق سے کیا سروکار' میں تو اپنے دین کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس نے کہا' تمہارے دین کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم یہیں رہو۔ مجھے کوئی نشان نظر نہ آیا۔ اس کے بعد مجھ پر چند ایسے حالات رونما ہوئے جن سے کچھ خدشات پیدا ہوئے' میں نے آرزو کی اللہ رب العزت کوئی ایسا بندہ ملادے جو میرے خدشات حل کردے۔

جب دوسرا دن ہوا تو میرا مظفریہ میں سے گذر ہوا' اچانک ایک آدمی نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا اور مجھے آواز دی' او عبدالقادر! شیخ فرماتے ہیں' میں آکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا' گذشتہ رات تو نے رب سے کیا مانگا تھا؟ میں چپ چاپ کھڑا رہا' مجھ میں بولنے کی ہمت نہ تھی پھر اس شخص نے سخت غصے کی حالت میں اس زور سے دروازہ بند کیا کہ دروازہ کے اطراف سے گردو

غبار اڑ کر میرے چہرے پر پڑی' میں وہاں سے چل پڑا' کچھ دور جا کر مجھے وہ سوال یاد آگیا جو میں نے اپنے رب سے کیا تھا' اب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ واقعی وہ شخص مرد صالح اور اللہ کا ولی تھا' چنانچہ اس دروازے کی تلاش میں واپس مڑا مگر افسوس کہ تلاش بسیار کے بعد بھی مجھے وہ نہ مل سکا جس سے میرے دل میں قلق و اضطراب پیدا ہوا۔

معلم طریقت

پھر مدت کے بعد میں نے انہیں پہچانا اور اس ولی کامل کی میں نے صحبت اختیار کرلی' اس مرد صالح نے میرے ان تمام اشکالات کو حل فرمادیا جو مجھے لاحق تھے۔ یہ بزرگ "شیخ حماد دباس" رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ میں کبھی کبھار ان سے جدا ہو کر علم کی تلاش میں نکل جاتا لیکن جب واپس شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے: "آپ ہمارے پاس کس لئے آئے ہیں' آپ فقیہہ ہیں' فقہا کے پاس جائیں"۔ میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہتا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز شیخ دباس اپنے مریدین کی معیت میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد اصافہ کی طرف بغداد سے نکلے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' انتہائی سخت سردی کا موسم تھا جب میں نہر کے پل کے پاس پہنچا' شیخ نے دھکا دے کر مجھے پانی میں پھینک دیا۔ میں نے کہا' بسم اللہ! جمعہ کا غسل ہوگیا۔ میں نے اون کا جبہ پہن رکھا تھا جس کی آستین میں کچھ علمی نوٹس چھپا رکھے تھے جوں ہی پانی میں گیا تو ہاتھ کو اوپر کئے رکھا تاکہ وہ نوٹس بھیگ نہ جائیں۔ شیخ حماد اور ان کے مریدین مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ میں پانی سے نکلا جبہ نچوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑا' سردی سے میں نے سخت تکلیف محسوس کی اس نے مجھے نقصان بھی پہنچایا۔

شیخ حماد مجھے شدید قسم کی تکلیف دیا کرتے تھے' بسا اوقات تو وہ مجھے بہت مارتے اور جب بھی میں ان سے الگ ہو کر علم کی تلاش کے لئے نکلتا تو جب بھی واپسی ہوتی تو فرماتے' آج ہمارے پاس کثیر تعداد میں روٹیاں اور فالودہ آیا تھا' ہم نے خوب کھایا لیکن تیرے لئے بالکل نہیں چھوڑا۔ دیکھا دیکھی ان کے مرید بھی مجھے بہت ستاتے' مجھے شدید قسم کی اذیتیں دیتے اور کہتے: تم تو فقیہہ ہو' ہمارے ساتھ کیسے رہو گے اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟

جب شیخ حماد نے دیکھا کہ وہ سارے مجھے ایذاء پہنچانے کے درپے ہو گئے ہیں تو وہ میرے حق میں ان پر ٹوٹ پڑے اور فرمایا: او کتو! اسے ایذاء دیتے ہو' رب ذوالجلال کی قسم تم میں ایک بھی اس جیسا نہیں! میں تو فقط اسے آزمانا چاہتا تھا' خدا کی قسم' میں نے اسے ایسا پہاڑ پایا جس میں جنبش نہیں۔ شیخ جیلانی فرماتے ہیں' کافی عرصہ بعد ہمدان سے ایک آدمی یوسف نامی تشریف لائے جنہیں قطب کہا جاتا تھا' وہ "رباط" میں آکر مقیم ہوئے۔ جب میں نے ان کے بارے میں سنا تو ان کی

زیارت کے لئے "رباط" گیا' وہاں پہنچ کر میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ اس وقت "سرداب" میں ہیں۔ جونہی میں وہاں پہنچا تو دیکھ کر وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے ساتھ بٹھلیا۔ باتوں باتوں میں آپ نے ان تمام مشکلات کا ذکر فرمایا جو مجھے درپیش تھیں' پھر فرمایا: اے عبدالقادر! لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو' میں نے کہا میرے حضور! میں تو عجمی (گونگا) انسان ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے لب کشائی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: فقہ' اصول فقہ' نحو اور لغت حفظ کر چکے ہو' علم کلام کے ماہر ہو' علم تفسیر میں لاثانی ہو' پھر بھی لوگوں کے سامنے نہیں بول سکتے' ارے میاں! کرسی پر بیٹھو اور لوگوں کے سامنے بولو' میں تمہارے اندر کھجور کا وہ گچھا دیکھ رہا ہوں جو تناور درخت بنے گا۔ شیخ عبدالقادر گیلانی فرماتے ہیں' پھر میں نیند و بیداری دونوں حالتوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا تھا۔

شیخ ابوالسعود الحسن فرماتے ہیں' میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو کہتے ہوئے سنا: میں تنہا عراق کے صحرا اور بیاباں میں مقیم رہا' کبھی چلتا رہتا اور کبھی متوقف' خلق خدا کو پہچانتا تھا نہ وہ مجھے پہچانتے تھے' میرے پاس جنوں اور رجال غیب کی جماعتیں آتیں جنہیں میں طریق الی اللہ کی رہنمائی کرتا' دنیا میرے پاس کئی بھیس بدل کر آتی لیکن اللہ رب العزت مجھے اس کی طرف متوجہ ہونے سے محفوظ کر لیتا' میرے پاس شیاطین بھی کئی شکلیں اور عجیب صورتیں اختیار کر کے آتے' مجھ سے لڑائی کرتے لیکن اللہ رب العزت ان کے خلاف میری مدد و نصرت کرتا' میرا اپنا نفس امارہ مختلف صورتوں میں نمودار ہوتا۔ جب بھی کسی مجاہدہ کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی' پھر اسے شروع کیا' تو ہمیشہ ان پر التزام کیا' میں اپنے نفس مہتدیہ کی ہمیشہ اعانت کرتا' میں سال بھر ٹکڑے چن چن کر کھاتا رہا لیکن پانی بالکل نہ پیا' پھر سال بھر پانی فقط پانی پر گذارا کیا' کھایا کچھ بھی نہیں' پھر سال کامل' کھانے' پینے اور سونے کے بغیر گذر گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی یخ بستہ رات ایوان کسریٰ میں گذاری' مجھے کئی بار احتلام ہوا اور ہر بار میں نے دریائے دجلہ میں نہایا۔

فصل: آپ کی وسعت علمی

ابن جوزی نے "مراۃ الزمان" میں کہا ہے کہ آپ کے پاس عراق اور دوسرے ملکوں سے سے کثیر تعداد میں فتاویٰ آیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی فتویٰ آتا تھا ایک رات بھی اس پر نہ گذرنے پاتی' آپ فوراً اسے پڑھتے پھر بغیر کسی غور و خوض کے اس کا جواب لکھ دیتے' آپ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق جواب دیتے' آپ کے جوابات جب دوسرے علماء کے سامنے پیش کئے جاتے تو وہ سرعت وقت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ آپ جب بھی کسی علم یا فن میں ادنیٰ سے دلچسپی لیتے تو اس میں آپ کو مہارت تامہ حاصل ہو جاتی۔ آپ کو اپنے

ہمعصروں پر فوقیت حاصل تھی' بلکہ کثیر مسائل میں علماء بھی آپ کی طرف رجوع کرتے۔ اسلاف و اکابر سے منقول ہے کہ آپ تقریباً" 13 علوم و فنون پڑھایا کرتے' آپ ہمیشہ اپنے مدرسہ میں تفسیر کے سبق سے ابتداء فرماتے' پھر حدیث' پھر فقہ' پھر علم کلام' اسی طرح آپ صبح و شام دونوں وقت اسباق پڑھاتے۔ صبح آپ تفسیر' حدیث' فقہ' اصول' نحو وغیرہ پڑھاتے جبکہ ظہر کے بعد آپ قرات روایات کے ساتھ پڑھاتے۔

آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلاد عجم سے ایک فتویٰ بغداد آیا جب علماء بغداد کے سامنے وہ فتویٰ پیش کیا گیا تو کسی نے بھی اس کا جواب نہ دیا۔ وہ فتویٰ یہ تھا: ایک آدمی نے قسم کھائی کہ وہ اللہ رب العزت کی تنہا عبادت کرے گا کہ اس وقت کوئی دوسرا شخص وہ عبادت نہ کر رہا ہو گا ورنہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں۔ ظاہر ہے ساری دنیا کے لوگوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا اور روکا بھی نہیں جا سکتا کہ تم روزہ' نماز وغیرہ اس وقت عبادت نہ کرو تاکہ وہ شخص اکیلا عبادت کر سکے ورنہ اس کی بیوی کے جانے کا خطرہ ہے۔ جب وہ مسئلہ میرے والد گرامی کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے فوراً جواب لکھا کہ تمام لوگوں کو طواف کعبہ سے روک کر اسے اکیلے طواف کرنے دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت ہی آسان ہے کہ وہ شخص آسانی سے اپنی قسم پوری کر سکتا ہے۔ آپ نے اتنی جلدی میں جواب دیا کہ فتویٰ پوچھنے والے شخص کو بغداد میں رات بھی نہ گذارنا پڑی وہ واپس اسی دن جواب لے کر چلا گیا۔

حضرت خضر بن عبداللہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے ۵۵۰ھ میں خواب میں دیکھا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مدرسہ میں ہوں' ایسا لگتا ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا عظیم اور وسیع مکان ہے جس کے بحرو بر کے مشائخ و علماء جمع ہیں' کسی پر فقط ایک عمامہ ہے اور کسی پر عمامہ کے ساتھ ساتھ ایک سبز چادر بھی ہے جبکہ کسی پر دو اور کسی پر تین چادریں ہیں اور اس کے عین وسط میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت شیخ علی ھیتی بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت احمد قبر سے باہر تشریف لائے اور حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کو اپنے سینے سے لگایا اور لباس فاخرہ پہنایا۔ پھر فرمایا: لوگ علم شریعت و طریقت میں آپ کے محتاج ہیں آپ انہیں عطا فرمائیں۔

حضرت شیخ عمر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ کافی تعداد میں جن میرے تابع تھے' ایک رات میں نے کسی کام کی غرض سے انہیں بلایا تو انہوں نے دیر کر دی پھر کافی دیر کے بعد آئے' تو میں نے وجہ تاخیر پوچھی' انہوں نے کہا جس دن حضرت جیلانی رحمہ اللہ کا درس ہو تو آپ ہمیں نہ بلایا کریں

میں نے کہا' ارے تم بھی حاضر ہوتے ہو' انہوں نے کہا' ہاں! خدا کی قسم آپ کے ہاتھ پر ہمارے جنوں کی بہت بڑی جماعت نے اسلام قبول کر لیا ہے جبکہ دوسرے کثیر تعداد میں اپنے جرائم سے تائب ہو چکے ہیں۔

فصل: آپ کی وجاہت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں' میرے والد گرامی ہفتہ میں تین دن درس دیا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح اور منگل کی شام اپنے مدرسہ میں جبکہ اتوار کی صبح رباط میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں علماء و مشائخ حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ۵۲۱ء کے اوائل میں وعظ و خطاب کی ابتداء فرمائی' جو چالیس سال کے عرصہ پر محیط ہے جبکہ مدرسہ میں آپ کے درس و فتویٰ کی مدت تقریباً" ۳۳ برس ہے۔ آپ کی مجلس میں چار سو دواتیں موجود ہوتیں' جو کچھ بھی آپ فرماتے وہ لکھا جاتا۔ آپ کی مجلس میں دو قاری تجوید کے ساتھ قرات مرسلہ بغیر تلحین کے' تلاوت قرآن کریم کرتے۔ آپ کی مجلس میں سے درد و کیف کی وجہ سے کئی جنازے اٹھتے' آپ لوگوں کے سروں پر سے گذرتے' پھر واپس کرسی پر تشریف فرما ہوتے۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں: میں حصول علم کے لئے عجم گیا' وہاں کئی علوم میں' میں ماہر ہو گیا۔ جب واپس بغداد آیا تو اپنے والد گرامی کی خدمت میں عرض کیا کہ: میری خواش ہے' آپ کی موجودگی میں' میں لوگوں کے سامنے کچھ بولوں' آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں کرسی پر بیٹھا اور مشیت ایزدی سے علوم و مواعظ کے دریا بہا دیئے لیکن میرے سارے خطاب میں کوئی دل دھڑکا نہ کوئی آنسو بہا' لوگوں نے میرے والد گرامی کو مجبور کیا کہ وہی وعظ فرمائیں۔ چنانچہ میں کرسی سے اترا اور والد گرامی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: اس دن میں روزہ سے تھا' ام یحیٰ نے کچھ انڈے بھون کر کسی کپڑے میں باندھ کر دیئے تھے' وہ وہاں رکھے تھے' بلی آئی' انہیں اٹھا کر پھینکا سارے انڈے ٹوٹ گئے' اہل مجلس پر اس آواز سے بہت رقت طاری ہوئی۔ جب والد گرامی کرسی پر سے اترے تو والد گرامی کی خدمت میں' میں نے سارا ماجرا بیان کیا' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! آپ کو سفر عجم کا بہت ناز تھا' کبھی وہاں کا سفر بھی کیا اور انگلی سے اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ پھر فرمایا: پیارے بیٹے! جب میں کرسی میں بیٹھا تو میرے دل پر حق واضح ہو گیا' تو وہی بولتا گیا' میں نے وہی بیان کیا جو تو نے سنا اور وہی کچھ ہوا جو تو نے دیکھا۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں' اس کے بعد میں کرسی پر بیٹھتا' لوگوں کے سامنے علوم و فنون کی بات کرتا اور میرے والد گرامی سنتے لیکن کوئی ایک بھی میرے وعظ سے متاثر نہ ہوتا۔ پھر میں اترتا' والد گرامی کرسی پر تشریف فرما ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے فقط اتنا فرمایا: " یا ہلدا لشجا عتہ صبر

ساعتہ" تو اس ایک جملہ نے اہل مجلس کو پریشان کر دیا' اہل محفل پر سناٹا چھا گیا۔ میں نے اس کے
بارے والد گرامی سے پوچھا' تو آپ نے فرمایا: فرق یہ ہے کہ تم اپنے بارے میں بات کرتے ہو جبکہ
میں کسی اور کے بارے میں بات کرتا ہوں اور جب بھی مجلس وعظ میں آپ کسی مسئلہ کے پوچھا جاتا
بسا اوقات آپ سائل کو فرماتے: میں اس مسئلہ میں گفتگو کرنے کے لئے اجازت مانگ لوں پھر آپ
سر جھکا دیتے۔ یہاں تک کہ آپ پر ہیبت نمودار ہو جاتا اور آپ پر دبدبہ و وقار چھا جاتا پھر مشیت
ایزدی سے اس مسئلہ میں گفتگو فرماتے: آپ اپنی عادت مبارکہ کے مطابق فرماتے: مجھے اپنے معبود
کی عزت کی قسم' میں اس وقت تک بات نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھے کہا جاتا ہے' اے عبدالقادر
بات کرو' ہم تمہارے ساتھ ہیں' اے عبدالقادر بات کرو تمہاری بات سنی جائے گی۔

شیخ ابو عمر صریفی اور عبدالحق حریمی کہتے ہیں: ہمارے شیخ روتے اور فرماتے' اے اللہ' اے
میرے رب' تیری بارگاہ میں کیسے اپنی روح کا تحفہ پیش کروں حالانکہ یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ
یہ روح پہلے ہی تیری ملکیت ہے۔ بسا اوقات آپ نشید پڑھتے اور فرماتے: اگر عربوں نے تقویٰ اختیار
نہ کیا تو کوئی چیز انہیں فائدہ نہیں دے سکتی اور تقویٰ کے ہوتے ہوئے عجمی زبان کو کسی خطرے
اندیشہ نہیں۔

شیخ شطنوفی نے شیخ ابر عبداللہ بن ابی الفتح کے واسطہ سے ذکر فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں
نے شیخ عبدالقادر کی چالیس سال خدمت کی' آپ ہمیشہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے
آپ طلوع فجر کے بعد ہی باہر تشریف لاتے' شیخ ابو عبداللہ مذکور فرماتے ہیں: رات حضرت شیخ جیلانی
کی خدمت میں گذارتا' آپ شروع رات میں کچھ نوافل ادا فرماتے' پھر تہائی رات تک ذکر کرتے
اور ہوا میں بلند ہو جاتے یہاں تک کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے۔ پھر آپ قیام اللیل
فرماتے اس میں آپ سجدے بہت ہی لمبے ادا کرتے پھر آپ مراقبے کی صورت میں متوجہ الی اللہ
کر بیٹھ جاتے' آپ پر نور چھا جاتا' اس کی چمک اتنی تیز ہوتی کہ قریب ہوتا کہ آنکھیں اس سے
چندھیا جائیں۔ آپ فرماتے اعمال کمزور پڑ گئے' میں نے مسکین کو کھانا کھلانے سے بہتر عمل نہیں
اگر پوری دنیا میرے ہاتھ آ جائے تو بھوکوں کو کھانا کھلانے سے کسی چیز کو پسند نہیں کروں گا۔ آپ
اپنے غلام مظفر کو فرماتے کہ روٹیوں کا تھال لے کر رات کا کھانا زیادہ کرے۔ آپ فرماتے: کاش
میں جنگلوں اور صحراؤں میں ہوتا جیسا کہ پہلے ہوتا تھا' لوگ مجھے دیکھیں نہ میں انہیں دیکھوں لیکن
رب العزت نے اس سے اپنی مخلوق کا فائدہ چاہا ہے' میرے ہاتھ سے پانچ سو سے زیادہ یہود و نصاریٰ
تائب ہو کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ دھوکا بازوں اور فسادیوں کے لاکھ سے زیادہ افراد ہدایت پا چکے
اور یہ خیر کثیر بھی ہے۔ آپ کا جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آپ اسے ہاتھوں پر اٹھا لیتے اور فرماتے

میت ہے چنانچہ اسے دل سے نکال دیتے۔ جب اس پر موت واقع ہوتی تو اس کی موت آپ کے دل پر اثر انداز نہ ہوتی۔ جب بھی آپ کا کوئی بچہ فوت ہوتا اور آپ مجلس وعظ میں ہوتے آپ اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیتے لیکن مجلس وعظ میں اپنی گفتگو ختم نہ فرماتے۔ بسا اوقات غسل دینے والا میت کو غسل دے چکا ہوتا اور آپ وعظ فرما رہے ہوتے' جنازہ کو حاضر کیا جاتا' آپ کرسی سے نیچے تشریف لاتے' نماز جنازہ پڑھاتے' لوگ جنازہ لے کر چلے جاتے آپ پھر وعظ میں مصروف ہو جاتے۔ شیخ عمر کیماتی فرماتے ہیں: آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں گذری جس میں کسی یہودی' نصرانی نے اسلام قبول نہ کیا ہو' یا مسلمانوں میں سے کسی ڈاکو نے ڈاکوں سے یا قاتل نے قتل سے توبہ نہ کی ہو' یا کسی بدعتی نے بدعت سے رجوع نہ کیا ہو۔ شیخ عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نصرانی راہب آیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر اس نے لوگوں کو قبول اسلام کا ماجرا سنایا' اس نے کہا میں یمن سے آیا ہوں' اصل میں اسلام میرے دل میں گھر کر چکا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ یمن میں ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں جو سب سے بہتر ہو' اسی حالت میں تھا کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' میں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کو خواب میں دیکھا' مجھے فرما رہے ہیں۔ اے سنان! بغداد جاؤ اور شیخ عبد القادر کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ اس وقت روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

شیخ عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس وعظ میں تیرہ نصرانی آئے اور اسلام قبول کیا اور انہوں نے کہا ہم عرب نصرانی ہیں۔ ہم نے اسلام کی قبولیت کا ارادہ کیا لیکن ہم اس بارے میں متردد تھے کہ کس کے ہاتھ پر اسلام قبول کریں۔ اچانک ہم نے ہاتف غیبی کی آواز سنی' جس کی آواز کو ہم سنتے تھے لیکن دیکھ نہ سکتے تھے۔ اس نے کہا اے کامیاب قافلے والو! بغداد آؤ اور شیخ عبد القادر کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ اس وقت' ان کی برکت سے جو تمہارے دلوں میں نور ایمان بھرا جائے گا۔ وہ کسی اور کے ہاں ایسا نہیں ہے۔

شیخ ابو الفرج بن حمامی کہتے ہیں کہ میں شیخ عبد القادر کے بارے میں لوگوں سے طرح طرح کی باتیں سنتا تھا۔ جو مجھے عجیب لگتیں' میں کہتا ایسا نہیں ہو سکتا۔ لوگ ان کی کرامتوں کا ذکر کرتے لیکن میں صاف انکار کر دیتا' ایک دن کسی خاص ضرورت کے پیش نظر مجھے "باب الازج" جانے کا اتفاق ہوا' جب واپس ہوا تو میرا گذر حضرت شیخ عبد القادر کے مدرسہ سے ہوا' جونہی گذر [illegible] اقامت کہتے ہوئے سنا' یکدم میرے دل میں وہی خیال آیا' میں نے کہا عصر کی نماز یہیں پڑھتا ہوں پھر حضرت الشیخ کو سلام بھی عرض کر دوں گا۔ اس گہری سوچ کی وجہ سے مجھ سے وضو کا خیال [illegible] رہا چنانچہ وضو کے بغیر میں نے نماز پڑھ لی' جب حضرت شیخ عبد القادر نماز اور دعا سے فارغ ہوئے تو

لولو الارمنی نے تو تمام اولیاء کی تعداد تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سترہ حرمین شریفین اور عراق میں ایک سو چھ اور عجم کے چار اور شام تیس اور مصر بیس اور مغرب کے سترہ اور یمن کے تیئیس اور حبشہ کے اکیس اور یاجوج وماجوج کی بند پر مقرر دس اور البحرالمحیط کے جزائر کے سنتالیس اور وادی سرانديپ کے چوبیس اور کوہ قاف کے سات۔

ابوسعد بن عصرون کہتے ہیں: میں عالم شباب میں حصول علم کے لئے بغداد کے مشہور مدرسہ نظامیہ میں تھا' ابن السقا بھی میرا ہم جماعت تھا' ایک دن ہم ایک شیخ کی زیارت کو گئے' جنہیں "غوث" کے لقب سے پکارا جاتا تھا' ابن السقا نے ان سے ایک پیچیدہ مسئلہ پوچھ لیا' تب یہ ہوا کہ شیخ نے غصہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا: میں تمہارے اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: دنیا تم پر آئے گی اور کانوں کی لو تک پہنچے گی۔ پھر کہا: اے عبدالقادر! گویا کہ میں تمہیں بغداد میں کرسی پر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگوں سے ہم کلام ہیں اور کہہ رہے ہیں "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" پھر انہوں نے اپنی سند سے ذکر کیا کہ آپ کی مجلس میں حاضرین کی کثیر تعداد تھی اور آپ کہہ رہے تھے: "میرا یہ قدم ہر اللہ کے ولی کی گردن پر ہے"۔ جب آپ نے یہ فرمایا تو شیخ علی ہیتی کھڑے ہوئے اور شیخ کا قدم پکڑ کر اپنی گردن پر رکھا پھر انہوں نے اپنی سند کو شیخ عبدالرحیم جو شیخ احمد رفاعی کے بھانجے ہیں' تک چلایا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد آ کر شیخ عبدالقادر کی مجلس میں حاضر ہوا' میں نے آپ کی مجموعی حالت' فراغ قلب اور خلوت کو ملاحظہ کیا تو حیرانگی کی انتہا نہ رہی۔

ام عبیدہ کے پاس جا کر میں نے اپنے خالو کو سب کچھ بتایا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! شیخ عبدالقادر جیسی کس کے پاس طاقت ہے؟ اور کون ان جیسا ہو سکتا ہے؟ اور کون ان تک پہنچ سکتا ہے؟

اور سالم بن احمد جو شیخ عبدالقادر کے خادم تھے' وہ شیخ کے بارے بتاتے ہیں کہ شیخ ایک دن ہوا میں چند قدم چلے اور فرما رہے تھے' اے اسرائیلی! ٹھہر جاؤ اور محمدی کی بات سنو' جب واپس آئے تو آپ سے پوچھا گیا' آپ نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام جلدی سے میری مجلس سے گذرے تھے' میں چند قدم چل کر انہیں وہ باتیں کہیں جو آپ نے سنا۔ شیخ عدی بن مسافر سے روایت ہے کہ شیخ عبدالقادر ایک دن وعظ فرما رہے تھے کہ بارش برسنا شروع ہو گئی' اہل مجلس ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ شیخ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: میں لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تم بھگاتے ہو۔ تو بارش اس وقت رک گئی' مدرسہ کے ارد گرد بارش تھی لیکن مجلس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ دریائے دجلہ زوروں پر تھا قریب تھا کہ اہل بغداد غرق ہو جائیں۔ سارے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر

کی بارگاہ میں مدد کے لئے حاضر ہوئے' آپ دریائے دجلہ کے کنارے تشریف لے جاکر اپنا عصا کنارے کی ایک جگہ گاڑھ کر فرمایا' یہاں تک۔ فوراً پانی اسی نشان تک چلا گیا اور ابو بکر بن محمد ملحان سے اس سے ملتا جلتا واقعہ مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کھلے آسمان تلے وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک بارش پڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا' میں لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تم بھگاتے ہو۔ تو اسی وقت بارش ختم ہو گئی اور شیخ عبدالقادر کے پوتے شیخ نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ ایک دن میرے والد گرامی شیخ عبدالقادر جیلانی نماز جمعہ کے لئے باہر تشریف لائے میں اور میرے بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ بھی ساتھ تھے' ہمیں راستے میں تین اونٹ ملے جن پر سلطان وقت کی شراب لدی ہوئی تھی اور ان کے ساتھ محافظوں کی ایک جماعت بھی تھی' شراب کی بو خوب پھیلی ہوئی تھی' یہ دیکھ کر میرے والد گرامی شیخ عبدالقادر نے انہیں فرمایا' ٹھہر جاؤ۔ یہ سن کر وہ بھاگے اور اونٹوں کو بھی بھگا لیا۔ تو شیخ نے خود اونٹوں کو فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ وہ ٹھہر گئے' انہوں نے جانوروں کو بہت مارا لیکن جانوروں نے حرکت تک نہ کی اور جو محافظین تھے انہیں قولنج کی بیماری ہو گئی تو وہ توبہ پر مجبور ہوئے' بعد از توبہ ان کا رنج و الم تو جاتا رہا لیکن وہ شراب سرکہ میں تبدیل ہو گئی' جانور چل پڑے اور سبحان اللہ' سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ جب یہ خبر سلطان وقت کو پہنچی تو وہ رو دیئے' توبہ کے بعد شیخ عبدالقادر کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔

شیخ منصور واسطی فرماتے ہیں کہ میں اور ایک جوان شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوئے' میرے پاس فلسفہ وغیرہ پر مشتمل کتاب کا ایک قلمی نسخہ تھا' کتاب دیکھے بغیر شیخ نے فرمایا' اے منصور! یہ کتاب تمہارا اچھا ساتھ نہیں ہے۔ اٹھو اور اس کو دھو ڈالو۔ میں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ آئندہ اس کتاب کو گھر چھوڑ آؤں گا' ساتھ نہیں لاؤں گا لیکن میرا دل اس کے دھونے پر راضی نہ تھا کیونکہ اس کتاب میں بعض باتیں ایسی تھیں جو مجھے بہت ہی اچھی لگی تھیں۔ جب میں اٹھنے لگا شیخ نے مجھ پر نگاہ ڈالی تو میں مقید سا ہو کر رہ گیا' اٹھنے کی سکت نہ تھی' شیخ نے مجھے فرمایا' اپنی کتاب مجھے دکھاؤ' جب میں نے کتاب کو کھولا تو صاف کاغذ تھے جن میں کچھ نہ لکھا تھا۔ جونہی وہ کتاب میں نے شیخ کو دی آپ نے کھول کر فرمایا یہ تو فضائل قرآن کی کتاب ہے۔ میں نے کتاب لے کر اس پر نظر ڈالی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ خوبصورت خط سے لکھی وہ واقعی فضائل قرآن کی کتاب تھی۔ تو شیخ نے مجھے فرمایا جو تمہارے دل میں نہیں اسے زبان سے ادا کرنے سے توبہ کرو۔ وہ کہتے ہیں: پھر میری یہ حالت تھی کہ جو کچھ میں نے اس سے پڑھا تھا یا ذہن میں اس کا مفہوم موجود تھا' وہ بالکل جاتا رہا' سب کچھ بھول چکا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے اس کا کچھ بھی مجھے معلوم نہ تھا۔

اور شیخ قطب یونینی نے "مختصر المراۃ" میں شیخ ابو سعید قیلوی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ شیخ کی مجلس میں سابقہ انبیاء کی زیارت کی اور کئی مرتبہ ارواح انبیاء کو زمین و آسمان کے درمیان اڑتے دیکھا ہے جیسے ہوا آفاق عالم میں اڑتی ہے اور رجال غیب کو کئی مرتبہ دیکھا، مجلس شیخ میں حاضری کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لینا چاہتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام کو وہاں آتے دیکھا، میں نے پوچھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا، جو دنیا و آخرت کی کامیابی چاہتا ہو اسے ملازمت شیخ عبد القادر ضروری ہے۔

شیخ محمد بن ابو الفتح الھروی فرماتے میں کہ ایک دن میں حضرت شیخ عبد القادر کی مجلس میں گیا، آپ نے گفتگو فرمائی یہاں تک کہ عالم استغراق میں چلے گئے، اسی حالت میں آپ نے فرمایا: کاش کہ اللہ رب العزت ایک خوبصورت سبز پرندہ بھیجتا جو میری گفتگو سنتا، وہ کہتے ہیں آپ نے ابھی اپنی بات کو مکمل نہ کیا تھا کہ ایک سبز رنگ کا پرندہ آکر آپ کی آستین میں داخل ہو گیا۔ پھر دوسرے دن آپ نے خطاب فرمایا، اثناء گفتگو آپ نے فرمایا، کاش کہ اللہ رب العزت بہت سارے خوبصورت سبز پرندے بھیجتا جو میری بات سنتے، آپ نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی کہ سبز پرندوں کی ایک جماعت آئی جن سے مجلس بھر گئی، حاضرین میں سے ہر ایک نے انہیں دیکھا۔

شیخ ابو داؤد بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے ۵۳۸ء میں نیند میں شیخ معروف کرخی کو دیکھا جن کے ہاں لوگوں کے واقعات آتے ہیں اور وہ انہیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ آپ نے مجھے فرمایا اے داؤد! تم اپنا واقعہ لاؤ، میں اسے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کروں۔ میں نے کہا: میرے شیخ کو انہوں نے معزول کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، خدا کی قسم، انہوں نے انہیں معزول نہیں کیا اور نہ ایسا کریں گے، پھر میں بیدار ہوا اور سحری کے وقت شیخ جیلانی کے مدرسہ کی طرف چلا، مدرسہ کے باہر دروازے پر جاکر بیٹھ گیا، میں نے ابھی تک آپ کو دیکھا تھا نہ آپ سے بات کی تھی، آپ نے اندر سے آواز دی، اے داؤد! انہوں نے آپ کے شیخ کو معزول کیا، نہ کریں۔ اپنا واقعہ لاؤ میں اسے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کروں۔

اور شیخ ابو الخیر کرام بن شیخ مظہر بازرانی فرماتے ہیں: میں شیخ ابو الوفا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ کے بعد کس کی اقتداء کروں، آپ نے فرمایا، شیخ عبد القادر کی، کچھ دیر کے بعد میں نے وہی سوال دہرایا، آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! ایک زمانہ ہو گا کہ شیخ عبد القادر کے علاوہ کسی کی اقتداء نہ کی جائے گی۔ وہ کہتے ہیں جب میں بغداد آیا اور حضرت شیخ عبد القادر کی مجلس میں حاضر ہوا تو دیکھا وہاں شیخ بقا، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ علی بن ھیتی اور ان کے علاوہ بڑے بڑے مشائخ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ میں نے شیخ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے انہیں

فرمایا: میں تمہیں وعظ نہیں کر رہا' میری گفتگو تو ان رجال سے ہے جو ہوا میں ہیں- میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نورانی گھوڑوں پر نورانی لوگوں کی صفیں ہیں 'ان کی کثرت کی وجہ سے آسمان دکھائی نہیں دیتا- وہ تمام سروں کو جھکائے ہوئے ہیں کچھ تو رو رہے ہیں جبکہ کچھ کانپ رہے ہیں- کچھ تو ایسے ہیں کہ ان کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی ہے- یہ سارا منظر دیکھ کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی- پھر اٹھا' لوگوں کی صفیں چیرتا ہوا حضرت کے پاس کرسی کے قریب جا پہنچا' آپ نے کان پکڑا اور فرمایا اے کرام! تم نے پہلی مرتبہ اپنے باپ کی مرضی پر اکتفا کیوں نہ کیا- یہ سن کر میں نے ہیبت سے سر جھکا دیا-

اور شیخ مفرح بن نبہان بن برکات شیبانی نے فرمایا کہ جب شیخ عبد القادر کی علمی و روحانی خبریں مشہور ہونے لگیں تو بغداد کے سو فقیہ جن کی ذکاوت و فقاہت پر زمانے کا اتفاق تھا' جمع ہوئے اور سوچا کہ شیخ کے پاس جا کر ہر عالم مختلف علوم و فنون سے الگ الگ سوال کرے تاکہ شیخ کی علمیت کا پتہ چلے' جب وہ سارے اکٹھے ہو کر شیخ کی مجلس میں آئے' اتفاق سے میں بھی وہاں موجود تھا' جب مجلس جم چکی تو شیخ نے اپنا سر جھکا دیا' تو آپ کے سینہ مبارک سے نور کی شعائیں ظاہر ہونے لگیں- اللہ نے جسے چاہا انہیں دکھایا' وہ سب نور کی شعاعیں ان تمام علماء کے سینوں پر پہنچی' جس کے بھی سینہ پر وہ شعاع گذرتی وہ پریشان ہو جاتا- اچانک وہ سب چیخنے لگے' اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا' اپنے سروں کو کھول دیا- وہ سب شیخ کی طرف دوڑنے لگے' اہل مجلس پر پریشانی طاری ہو گئی' ایسے لگتا تھا کہ پورا بغداد کانپ اٹھا ہے- تو شیخ نے ہر ایک کو باری باری اپنے سینے سے لگانا شروع کر دیا' پھر شیخ نے ہر ایک کے سوال کا ذکر فرمایا اور ہر سوال کا جواب بھی دیا' جب مجلس اپنے اختتام کو پہنچی تو میں ان فقہا کے پاس آیا اور پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا' تو انہوں نے کہا' جب ہم شیخ کے سامنے بیٹھے تو سب علوم ہمیں بھول گئے' حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی یاد نہ تھا کہ ہم نے سوال کیا کرنے ہیں- ایسا لگتا تھا کہ ہم میں علوم کا کبھی گذر تک نہیں ہوا- لیکن جب شیخ نے ہر ایک کو اپنے سینے سے لگایا تو ہمارے سب علوم واپس لوٹ آئے اور شیخ نے ہمارے سب سوال ذکر فرمائے جو ہم سوچ کر آئے اور وہ جوابات بھی دیئے جو ہم جانتے تھے-

اور حامد الحرانی فرماتے ہیں: میں شیخ عبد القادر جیلانی کی زیارت کے لئے ان کے مدرسہ بغداد گیا' میں ان کے ساتھ مصلے پر بیٹھا' آپ نے میری طرف نظر کی اور فرمایا: اے حامد الحرانی تم بادشاہ کی نشست پر بیٹھو گے- وہ کہتے ہیں جب میں واپس حران پہنچا تو سلطان نور الدین نے مجھے حکم دیا کہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہوں' مجھے اپنا مقرب بنا لیا اور اپنی نشست پر بٹھایا اور مجھے محکمہ اوقاف کا وزیر بنا دیا- میں ہمیشہ شیخ کی اس بات کو یاد کرتا تھا- وہ کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ عبد القادر سے اللہ رب

العزت کی قدرت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو حاضرین محفل پر خشوع اور ہیبت طاری ہو گئی۔ دریں اثناء وہاں سے ایک عجیب الخلقت پرندہ گزرا' بعض لوگوں کی پرندے کو دیکھ کر شیخ سے توجہ ہٹ گئی۔ آپ نے فرمایا مجھے معبود کی عزت و ناموس کی قسم اگر میں اس پرندے کو کہوں کہ یہیں مرجاؤ تو یقینی طور پر یہیں مرجائے گا۔ کہتے ہیں کہ ابھی شیخ نے وہ بات بھی ختم نہ کی تھی کہ پرندے کے گرنے کی آواز آئی اور اس کی موت وہیں پر واقع ہو گئی۔

محدث ابوالفضل احمد بن صالح بن شافع جیلی فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ میں حضرت شیخ کے ساتھ تھا' آپ کے پاس فقہاء اور فقراء کی جماعت اکٹھی تھی' آپ قضاء و قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے کہ دوران گفتگو ایک بہت بڑا سانپ چھت سے آپ کی گود میں آکر گرا' حاضرین محفل ادھر ادھر بھاگ گئے لیکن آپ اپنی حالت میں قائم و ثابت رہے۔ سانپ آپ کے کپڑوں کے اندر چلا گیا' پورے جسم پر سے گذر کر گریبان سے نکلا اور گردن سے لپٹ گیا۔ شیخ نے بات روکی نہ ہیئت میں تبدیلی آئی پھر وہ سانپ زمین کی طرف آکر اپنی دم پر شیخ کے سامنے کھڑا ہو گیا' پھر اس نے کچھ آواز نکالی جو ہم نہ سمجھ سکے۔ پھر وہ چلا گیا' لوگ واپس آکر شیخ سے پوچھنے لگے کہ اس سانپ نے کیا کہا' تو شیخ نے فرمایا: سانپ نے کہا میں اولیاء کی بڑی تعداد کو آزما چکا ہوں لیکن آپ جیسا ثابت قدم کسی کو نہ پایا۔ میں نے اسے کہا' جب تو مجھ پر گرا' میری گفتگو کا عنوان قضاء و قدر تھا' تو تو ایک کیڑا ہی ہے' تقدیر ہی تجھے ساکن و متحرک کرتی ہے' میں نے چاہا میرا عمل میرے قول کے مطابق ہو جائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر کے فرزند ارجمند شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی سے سنا' آپ نے فرمایا: میں جامع المنصور میں نماز پڑھ رہا تھا' اچانک صف میں سے کسی چیز کی آہٹ سنی' اتنے میں ایک بہت بڑا اژدھا منہ کھولے ہوئے میرے سجدہ کی جگہ آگیا۔ جب میں نے سجدہ کیا تو اسے ہاتھ سے پیچھے دھکیل دیا' جب میں تشہد کے لئے بیٹھا تو وہ میری رانوں پر سے گذر کر میری گردن پر چڑھ کر اس سے لپٹ گیا' جب میں نے سلام کیا تو اسے موجود نہ پایا' دوسرے دن جامع مسجد کے باہر ویرانے میں' میں نے ایک شخص کو لمبی لمبی آنکھیں پھاڑے ہوئے دیکھا' میں سمجھ گیا کہ وہ جن ہے۔ تو اس نے کہا' کل جو آپ نے سانپ دیکھا تھا وہ میں ہی ہوں۔ میں نے ایسے اولیاء کی بڑی تعداد کو آزمایا ہے لیکن آپ جیسا کسی کو ثابت قدم نہیں پایا' کچھ تو ایسے تھے جو ظاہر و باطن سے کانپ اٹھے اور کچھ ایسے تھے جو ظاہری طور پر ڈرے لیکن ان کا باطن مطمئن تھا' جبکہ کچھ فقط باطن سے پریشان ہوئے۔ لیکن آپ کو میں نے ظاہر و باطن سے مطمئن پایا' پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی درخواست کی جو میں نے قبول کر لی۔

تیسرا باب: حدیث میں آپ کے مشائخ کا تذکرہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فقہ اور ادب میں اہم مرتبہ مقام ہونے کے ساتھ ساتھ' آپ نے حدیث کو بہت سے مشائخ سے سنا اور روایت کیا' جن میں مندرجہ ذیل سب حضرات شامل ہیں۔

شیخ ابوغالب محمد بن الحسن الباقلانی' ابوبکر احمد بن المظفر اور ابن الشمار' ابوالقاسم علی بن احمد بیان' ابو محمد جعفر بن احمد السراج' ابوسعید محمد بن عبدالمالک بن حشیش' الحافظ ابوالغنائم محمد بن علی النرسی الملقب بابی اور ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن ابی یوسف' ابوعثمان اسماعیل ابن ملہ' ابوالبرکات ھبتہ اللہ بن محمد' ابوالحسین عبدالحق بن عبدالخالق بن یوسف' ابوالعز محمد بن ابی بکر۔

فقہ میں آپ کے مشائخ

علی القاضی ابوسعید المبارک بن علی المخزومی' علی بن خطاب الکوذائی' ابوالوفا علی بن عقیل' ابوالحسن بن الفراء۔

ادب میں آپ کے مشائخ

ابو زکریا التبریزی' شیخ احمد الدباس الزاھد آپ کے مسلک پر چلے' عمر کے آخری حصہ میں جب آپ بغداد تشریف لائے تو شیخ یوسف بن ایوب الزاہد سے بھی لیا' تاج العارفین ابوالوفا۔

آپ سے روایت کرنے والوں کے نام

آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کی اولاد بھی شامل ہے۔ چند ایک کے اسماء یہ ہیں: شیخ عبدالوہاب' شیخ عبدالرزاق' شیخ موسیٰ' الحافظ ابو اسعد اسمعانی' عمر بن علی القرشی' عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور' شیخ الموفق عبداللہ بن احمد بن قدامہ' شیخ علی بن ادریس الیعقوبی' ابوہریرہ ابن الوسطانی' اکمل بن مسعود' یحییٰ بن سعد اللہ التکریتی' احمد بن مطیع الباجرائی' ان کے علاوہ اور بہت ساری مخلوق خدا' آپ سے آخری سماعت کرنے والوں میں عبداللطیف ابن محمد بن علی القبیطی اور اجازت سے جن حضرات نے روایت کیا ان میں خاص طور پر الفرج بن مسلمتہ الدمشقی شامل ہیں۔

چوتھا باب

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں' جب آپ نے وعظ وارشاد' تدریس و فتویٰ شروع فرمایا۔ ابن نجار شیخ جبائی سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے شیخ حلال کمائی سے کچھ زمین

حاصل کی، آپ کے شاگردوں میں سے کچھ زمیندار تھے، جو آپ کے لئے زمین کاشت کرتے تھے۔ چنانچہ گندم وہاں سے آجاتی تھی جبکہ بعض شاگردوں نے آٹا پیسنے اور روٹی پکانے کی خدمت لی ہوئی تھی چنانچہ وہ ہر روز آپ کے لئے چار یا پانچ روٹیاں پکا کر لاتے تھے، چند ایک کے ٹکڑے کرکے، آپ حاضرین میں سے ہر ایک کو ٹکڑا دے دیتے تھے، جو بچ جاتا وہ اپنے لئے رکھ لیتے تھے، آپ جمع کرکے رکھنے کے قائل نہ تھے۔ جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو آپ فرماتے سجادہ کے نیچے رکھ دیا جائے، جب خادم آتا تو ضرورت کے مطابق تقسیم کرا دیا کرتے تھے۔ ابن جوزی رحمہ اللہ "المنتظم" میں فرماتے ہیں: قاضی ابو سعید المخزومی نے "باب الازج" میں ایک بہترین مدرسہ بنوا کر شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا، آپ وہاں لوگوں کی تعلیم، وعظ و ارشاد کے لئے بیٹھتے، آپ ہمیشہ "دیوار بغداد" کے پاس بیٹھتے، لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس میں حاضر تھے، آپ سے علم حاصل کرتے، اپنی سابقہ زندگی و کردار سے تائب ہوتے، لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مدرسہ تنگ پڑ گیا پھر مدرسہ کو وسعت دی گئی اور مزید تعمیر کرائی گئی۔

ابن نجار کہتے ہیں: مدرسہ بھرنے کی وجہ سے اردگرد کے مکانات کو اس میں شامل کیا گیا، لوگوں نے اس کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور وسعت دی، مالداروں نے اپنے مال لٹائے اور فقراء نے جسمانی طور پر محنت و مزدوری کرکے اپنا حصہ ڈالا۔ وہ فرماتے ہیں تقریباً اٹھائیس برس میں اس کی تکمیل ممکن ہو سکی۔ شیخ فتویٰ، تدریس، وعظ کے لئے مسند صدارت پر بیٹھتے، آپ کی بارگاہ میں صدقات و عطیات کے لئے لائے جاتے، لوگوں نے آپ سے بہت کچھ سیکھ کر آگے پھیلایا، اس کے باوجود آپ نے اصول دین اور تصوف میں مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اور ابو سعید بن سمعانی کہتے ہیں: حضرت شیخ جیلانی وعظ و تدریس کے لئے پہلے "باب الازج" میں بیٹھا کرتے تھے، جب مدرسہ ابی سعید بن علی مخزومی، انہیں سپرد کیا گیا، جب آپ نے مزید وسعت و تعمیر کا ارادہ فرمایا تو خواتین اور مردوں نے اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، یہاں تک کہ اگر کسی عورت کا خاوند مزدور ہوتا تو اسے ساتھ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور کہتی، شوہر کے ذمے میرے بیس دینار ہیں، میں نے اسے آدھے حصہ کا ہبہ کر دیا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ دوسرے حصہ کا آپ کے مدرسہ میں کام کرے۔ ہم اس پر راضی ہو چکے ہیں اور شوہر نے قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ عورت لکھ کر، وہ لکھا شیخ کے سپرد کر دیتی، آپ اس کے شوہر سے مدرسہ میں کام لیتے، ایک دن اجرت دیتے اور ایک دن اس حساب سے وہ کام کرتا۔

ابن نجار شیخ جبائی سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ قول کا مجھ پر غلبہ ہو جاتا اور میرے دل پر بوجھ ہو جاتا، اگر میں نہ بولتا تو میرا گلا گھٹنے لگتا، فقط دو، تین آدمی میری

بات سننے کے لئے موجود ہوتے' اس وقت میں "باب حلبہ" میں بیٹھا کرتا تھا' پھر لوگوں پر جگہ تنگ ہو گئی تو انہوں نے فصیل کے درمیان میں میری نشست لگائی۔ لوگ رات شمع لگا کر میرا درس سنا کرتے تھے۔

پانچواں باب: لوگوں کا آپ کو ہدیہء تبریک

حافظ ابو سعید بن سمعانی تاریخ بغداد کے حاشیہ میں کہتے ہیں' وہ دیندار' نیک' بہتر' کثرت سے ذکر کرنے والے' ہمیشہ سوچوں میں ڈوبے ہوئے' خوف خدا سے جلد آنسو بہانے والے۔ آپ کے بارے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ شیخ موفق ابن قدامہ کہتے ہیں: جتنا آپ کی کرامات کے بارے کہا جاتا ہے اتنا کسی اور کے بارے میں نہیں سنا' دین کی حیثیت سے جتنا لوگ آپ کی تعظیم کرتے ہیں کسی اور کی نہیں کرتے۔

اور شیخ شطنوفی' شیخ عماد محمد بن ابراہیم المقدسی کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ موفق کو کہتے سنا کہ شیخ عبدالقادر پر علم' عمل' جذب اور فتویٰ کی سربراہی ختم ہو جاتی ہے' آپ تنہا' طالب علم کے لئے کافی تھے' آپ میں علوم اور ہر کلام میں صبر جمع تھے' اللہ رب العزت نے آپ میں اوصاف جمیلہ اور پیاری پیاری کیفیات جمع فرمادی تھیں۔ آپ کے بعد میں نے آپ جیسا بالکل نہیں دیکھا۔

شیخ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حافظ شمس الدین ذہبی نے اپنے باپ کے واسطہ سے ہمیں بتایا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حافظ شرف الدین یونینی کو کہتے ہوئے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ میں نے شیخ عز الدین عبدالسلام کو یہ کہتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ جتنا تواتر سے شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کی کرامات ہمارے پاس پہنچی ہیں کسی اور کی نہیں پہنچیں۔ تو انہیں کہا گیا' یہ ان کے اعتقاد کے ساتھ' تو انہوں نے فرمایا' مذہب کا لازم ہو جانا مذہب نہیں ہوتا۔

اور حافظ محب الدین بن نجار' تاریخ بغداد کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: شیخ عبدالقادر بن ابو صلح جنگی دوست الزاہد' ان مسلمان آئمہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا' آپ کرامات ظاہرہ کے مالک تھے' پھر انہوں نے خلوت' دنیا سے لاتعلقی' ریاضت و سیاحت' سخت مجاہدہ' نفس کی مخالفت اور شب بیداری اختیار کی یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے انہیں مخلوق خدا پر ظاہر فرمادیا اور عام و خاص کے دلوں میں قبولیت عظیمہ ڈال دی' اور اللہ رب العزت نے ان کے دل سے حکمت نکال کر ان کی زبان پر جاری فرمادی' ان کی ولایت اور مقرب الی اللہ ہونے کی نشانیاں غالب کر دیں۔

اور شیخ ابن جوزی کے نواسے شیخ ابو مظفر یوسف نے اپنی تاریخ "مراۃ الزمان"

عبدالقادر رحمہ اللہ اور آپ کا نسب تفصیل سے ذکر فرمایا ہے' پھر فرماتے ہیں کہ آپ کا سکوت' آپ کی گفتگو سے زیادہ تھا' آپ کی گفتگو براہ راست دلوں پر وارد ہوتی تھی' آپ کی شہرت عامہ اور قبولیت تامہ تھی' آپ اپنے مدرسہ سے نماز جمعہ یا مسافر خانہ کے علاوہ کبھی نہیں نکلتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر بغداد کی اکثریت تائب ہوئی اور یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول کیا' آپ منبر پر کلمہء حق ادا فرماتے' آپ کی کرامات بالکل واضح تھیں' ہمارے مشائخ کی بہت بڑی جماعت نے کچھ کرامات کو پایا اور انہیں آگے بیان کیا۔

ابوالحسن بن ابی المجد' ابوالفضل بن طاہر سے بیان کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن نجم نے بتایا اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ ابوالحسن بن عربیہ نے بتایا کہ وزیر ابوالمظفر بن ھبیرۃ نے مجھے کہا کہ مجھے خلیفہ وقت نے شیخ عبدالقادر کے بارے شکایت کی کہ شیخ ہمیشہ میری بے عزتی کرتے رہتے ہیں اور کہا کہ شیخ کا مسافر خانہ کے پاس باغ میں ایک کھجور کا درخت ہے' وہاں جاکر کہتے ہیں یا نخیلۃ! اے کھجور کے درخت اگر تم نے سرکشی کی تو میں تمہارا سر اڑا دوں گا' یہ ان کا اشارہ میری طرف ہوتا ہے۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں: مجھے وزیر نے کہا تم شیخ کے پاس جاؤ اور کہو کہ امام وقت سے بالکل چھیڑ خانی نہ کریں۔ آپ کو پتہ بھی ہے کہ خلیفہ وقت کا کیا مرتبہ و مقام ہوتا ہے۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں: میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا' دیکھا کہ آپ کی خدمت میں ایک جماعت موجود ہے۔ میں بیٹھ کر خلوت کا انتظار کرتا رہا' دوران گفتگو آپ نے فرمایا: ہاں' میں اس کا سر کاٹ دوں گا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ میری طرف اشارہ ہے' چنانچہ میں اٹھ کر چلا گیا' بعد میں وزیر نے مجھے کہا: جب میں نے سب ماجرا خلیفہ وقت کو بتایا تو وہ رو دیا اور کہا کہ ہمیں شیخ کی صلاحیتوں میں بالکل شک نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جب خلیفہ المقتفی قاضی ابن مرخم کو قضاء کے عہدہ پر فائز کیا تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بر سر منبر خلیفہ وقت کو للکارا اور فرمایا تو نے ایک ظالم محض کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے' تم رب العالمین کے حضور کیا جواب دو گے۔

شیخ معمر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی جیسا حسن اخلاق کا مالک' وسیع صدر' کریم النفس' رحیم القلب اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والا' میری آنکھ نے نہیں دیکھا' آپ بزرگی' بلند مرتبہ اور وسعت علمی کے باوجود' چھوٹوں کے ساتھ بیٹھتے' بڑوں کی عزت و احترام کرتے' سلام میں پہل کرتے' کمزوروں کی ہمنشینی' فقراء کے ساتھ تواضع اور امیروں کے ساتھ بڑائی اختیار فرماتے' آپ امراء و رؤساء کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوتے اور نہ کبھی سلطان و وزیر کے دروازے پر حاضری دی۔

محمد بن خضر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں تیرہ سال تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہا تو میں نے آپ کو بلغم نکالتے دیکھا' نہ

تو آپ کبھی کھانسے اور نہ آپ پر مکھی بیٹھی' نہ کبھی کسی کے لئے کھڑے ہوئے' نہ بادشاہ کی نشست پر بیٹھے اور نہ کبھی ان کا کھانا کھایا اور جب بھی آپ خلیفہ وقت کو خط لکھتے تو لکھتے: عبدالقادر تمہیں اس چیز کا حکم دے رہا ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری تم پر واجب ہے۔ جب خلیفہ کو پتہ چلا تو اس نے رو دیا اور کہا: آپ نے بالکل سچ فرمایا۔

شیخ احمد بن مطیع باجرائی لکھتے ہیں: آپ کے دور کے مشائخ' امراء' زہاد آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے' لوگوں میں آپ کے ظہور کی ابتداء ۵۲۰ھ کے بعد ہوئی' دیکھتے ہی دیکھتے آپ کو قبولیت تامہ حاصل ہو گئی۔ اہل وقت نے آپ کی صلاحیت کا اعتراف کیا' آپ کے کلام سے استفادہ کیا' آپ سے اہلسنت کو مدد ملی' آپ کے اقوال' افعال' کرامات و مکاشفات عوام میں مشہور ہو گئے' بادشاہ و وزرا آپ سے گھبراتے تھے۔

محمد بن خضراء سنجاری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ یہ بھی شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کی کرامت تھی کہ آپ کی مجلس میں دور بیٹھا شخص ایسے سنتا تھا جیسے نزدیک کا آدمی سنتا تھا' آپ شریک محفل کی دھڑکنوں میں بات فرماتے تھے اور کشف سے ان کا سامنا کرتے۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی آپ کے جلال کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ فرماتے کہ خاموش ہو جاؤ تو سانسوں کے علاوہ کوئی حس و حرکت نہ ہوتی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص ہاتھ رکھتا تو اسے ایسے شرکاء بھی محسوس ہوتے جنہیں وہ دیکھ نہ پاتے تھے۔ بسا اوقات وہ فضاء میں حرکات محسوس کرتے اور کبھی فضاء سے زمین کی طرف آوازیں سنتے۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی تاریخ اسلام میں حضرت شیخ عبدالقادر کا نسب و نامہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ حنبلی' زاہد' صاحب الکرامات' شیخ الحنابلہ' بے مثل' اور بہت مشہور تھے۔ وہ علم و عمل میں اپنے دور کے علماء کے سرخیل تھے۔

اور حافظ زین الدین ابن رجب "الطبقات" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: کہ وہ حنابل کے سردار شیخ العصر' سلطان المشائخ' اپنے وقت میں اہل طریقت کے سردار' صاحب مقامات' کرامات اور علم و عرفان کا سرچشمہ تھے۔ انہیں قبول تامہ حاصل تھی' لوگوں نے ان کی صلاحیت و دیانت کا اعتراف کیا اور آپ مواعظ جمیلہ سے فائدہ حاصل کیا' اہلسنت کو آپ سے بہت فائدہ ہوا' آپ کے احوال' کرامات و افعال بہت مشہور تھے' آپ کو علماء و زہاد کے ہاں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا' آپ کی مجلس میں خلق کثیر نافرمانیوں سے تائب ہوتی تھی۔

احمد بن مطیع باجرائی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا: اٹھو' چنانچہ میں چلا گیا' بعد میں مجھے بلانے کے لئے کسی شخص کو بھیجا' میں واپس

خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: جب میں نے تمہیں ڈانٹا تو تم بہت پریشان ہوئے۔ جب میں سویا تو رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا' آپ نے فرمایا کہ تم معلم خیر ہو' کسی کو پریشان نہ کرو' آپ نے تین بار اسے دھرایا پھر جو کچھ میں چاہتا تھا آپ نے مجھے پڑھایا۔

امام ذہبی "تاریخ اسلام" میں لکھتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر بن طرحان نے بتایا کہ شیخ موفق ہمیں بتایا کرتے تھے کہ ہم شیخ عبدالقادر جیلانی کی آخری عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے ہمیں اپنے مدرسہ میں ٹھہرایا' آپ ہمارا بہت خیال رکھتے تھے' بسا اوقات آپ اپنے صاحبزادہ یحیٰی کو بھیجتے جو ہمارے لئے چراغ روشن کرتے۔ آپ اپنے گھر سے ہمارے لئے کھانا بھیجا کرتے تھے' ہم آپ کی امامت میں فرض نماز ادا کرتے۔ میں آپ کے پاس امام خرقی کی کتاب حفظ کرتا اور ہر صبح سناتا جبکہ حافظ عبدالغنی آپ کے پاس کتاب الہدایہ پڑھتے' اس وقت میں' ہمارے سوا آپ کے پاس کوئی نہ پڑھتا' ہم آپ کے پاس ایک ماہ اور نو دن مقیم رہے پھر آپ کا وصال ہو گیا' مدرسہ میں آپ کی نماز جنازہ میں ہم بھی شریک تھے۔ جتنا آپ کی کرامات بیان کی جاتی ہیں آج تک کسی اور کی بیان نہیں کی گئیں' آج تک میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ دین کے حوالہ سے لوگ آپ سے زیادہ اس کی عزت و تکریم کرتے ہوں۔ یہ سند شیخ موفق تک بہت مضبوط ہے۔

شیخ شطنوفی فرماتے ہیں کہ انہوں نے شیخ عماد اور ابوبکر بن محمد بن ابراہیم مقدسی جو حافظ عبدالغنی کے بھائی ہیں کو سنا' وہ فرماتے تھے' سب سے پہلے ۵۲۱ھ میں مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ ساتھ ساتھ فتویٰ اور تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا پھر ۵۲۸ھ میں مدرسہ کی تکمیل ہوئی۔ کثرت سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے' بہت ساری آپ نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیان فرمائیں۔ اصول و فروع میں آپ نے کافی مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اہل حقیقت کی زبان پر آپ کی کلام بہت بلند ہوتی تھی۔

عبداللہ بن ابی الحسن جبائی سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ کا ایک شاگرد ہوا کرتا تھا جس کا نام عمر حلاوی تھا' وہ بغداد سے چلا گیا اور کئی سال تک غائب رہا۔ جب وہ واپس آیا تو میں نے کہا' تم کہاں تھے' اس نے کہا' میں بلاد شام' مصر' مغرب (اور میرے خیال میں' بلاد عجم کا بھی اس نے ذکر کیا) پھرا' میں تقریباً" اولیاء کاملین میں سے ۳۶۰ شیوخ سے ملا' ہر ایک یہی کہتا تھا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی ہمارے شیخ اور اللہ رب العزت تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔

چھٹا باب

ان خوارق و کرامات میں جو آپ کے معاصرین نے نقل کی ہے۔

حافظ محب الدین ابن نجار کی طرف سند کے ساتھ منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا: میری

طرف شیخ ابو محمد عبداللہ بن ابی الحسن علی الجبائی نے لکھا: شیخ جیلانی ایک دن اخلاص ' ریا اور عجب پسندی پر گفتگو فرما رہے تھے' میں اسی مجلس میں موجود تھا' میرے دل میں خیال آیا' عجب پسندی سے خلاصی کیونکر ممکن ہے تو فوراً میری طرف شیخ نے التفات فرمایا اور کہا کہ جب تم اشیاء کو دیکھو تو یہ تصور کرو کہ اللہ رب العزت نے تمہیں خیر کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اپنے آپ کو لاتعلقی سے نکال لو' تو سمجھو تم عجب پسندی سے نکل گئے' وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے لکھا کہ جب تم لاتعلقی اختیار کرنا چاہو تو اختیار نہ کرو یہاں تک کہ مجالس شیوخ کی تمہیں توفیق ہو اور ان سے ادب سیکھو تو اس وقت تمہیں لاتعلقی میسر آجائے گی وگرنہ تم چلو گے اور توفیق الٰہی سے پہلے لاتعلقی کا حصول کرو گے۔ اگر دین کے معاملہ میں تمہیں کوئی مشکل پڑ جائے تو تم اپنے زاویہ سے نکل جاؤ اور دین کے معاملہ میں پوچھو' صاحب زاویہ تو وہ بن سکتا ہے جس کی حیثیت شمع کی ہو' جس کے نور سے روشنی حاصل کی جائے۔

اور ابن نجار نے کہا ہے کہ میرے پاس قاضی ابی نصر زینی سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ شیخ عبدالقادر کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور شیخ سے درخواست کریں گے کہ ان کے حق میں دعا کریں' اللہ رب العزت انہیں ایک خاص جماعت کے شر سے بچائے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: میں گیا اور شیخ اتفاق سے مجھے "جامعہ القصر" کے دروازے پر مل گئے۔ میں وہ بات ان کی خدمت میں کہنا چاہتا تھا' آپ نے میری طرف دیکھا' مسکرائے۔ پھر فرمایا' اللہ سمیع علیم ہے' وہ ان کو کافی رہے گا۔ چنانچہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے قاضی ابی نصر کے خط سے یہ بات نقل کی کہ جیلان کا ایک شخص شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ میں مقیم تھا اور آپ سے فقہ کا سبق پڑھتا تھا' شیخ کے تمام شاگردوں کا معمول یہ تھا کہ ظہر کی اذان کے وقت آپ سے پڑھنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے' شیخ کے سجادہ کے پاس جو شخص سب سے پہلے کتاب رکھتا' نماز ظہر کے بعد وہ سب سے پہلے سبق پڑھتا۔ وہ جیلان کا شخص کہتا ہے کہ میں نماز ظہر سے قبل سو گیا' نیند کی حالت میں مجھے احتلام ہو گیا۔ میں نے سوچا' اگر میں غسل کرنے جاتا ہوں تو سبق سے محروم رہ جاؤں گا' چنانچہ میں نے کتاب لی اور شیخ کے سجادہ کے پاس رکھ لیا۔ جب شیخ نے نماز پڑھ لی تو میں کتاب لے کر شیخ کے آگے پڑھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ شیخ نے غصہ سے آواز نکالی اور فرمایا: اٹھو اور جا کر غسل کرو' پلیدی کی حالت میں مجھ سے پڑھنا چاہتے ہو' چنانچہ میں چلا گیا اور جا کر غسل کیا۔

شیخ خضر بن عبداللہ بن یحییٰ موصلی کہتے ہیں کہ ہمیں' میرے والد گرامی نے بتایا: ہم شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں تھے' اتنے میں خلیفہ مستنجد داخل ہوا اور رضا کی درخواست کی' ساتھ ہی

دس تھیلے آپ کی خدمت میں پیش کیے جنہیں دس آدمیوں نے اٹھا رکھا تھا لیکن حضرت شیخ جیلانی نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا مجھے ان کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اس نے بہت اصرار کیا' آپ نے اصرار پر ایک تھیلا دائیں ہاتھ میں اور ایک بائیں ہاتھ میں لیا اور دونوں کو نچوڑا' جن سے خون بہنے لگا' آپ نے فرمایا: اے ابوالمظفر! تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون لے کر میرے پاس آتے ہو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہارے تعلق کا احترام نہ ہوتا تو میں یہ خون تمہارے گھر تک جانے دیتا۔

وہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن شیخ جیلانی کے پاس خلیفہ "المستنجد" کو دیکھا' اس نے حضرت شیخ جیلانی سے کسی چیز کی فرمائش کی' آپ نے فرمایا' کیا چاہئے۔ اس نے عرض کیا: "سیب"۔ آپ نے فضاء میں ہاتھ بڑھایا' جب واپس ہاتھ کھینچا تو دو سیب ہاتھ میں تھے' ایک سیب خلیفہ کو دے دیا جبکہ دوسرا توڑا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی لیکن خلیفہ نے سیب توڑا تو اس میں سے ایک کیڑا نکلا۔ خلیفہ نے حیران ہو کر پوچھا' یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' اس سیب کو ایک ظالم کے ہاتھ لگے' تو اس کے اندر کیڑا بن گیا۔

ابراہیم بن ابی عبداللہ طبری سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں' جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی شہرت عام ہوئی تو لوگ مختلف علاقوں سے آپ کی زیارت کو آئے' چنانچہ جیلان سے بھی تین مشائخ آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے' جب مدرسہ میں آئے تو شیخ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں' ایک کتاب ہاتھ میں ہے۔ جبکہ خادم آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے' کیتلی بھی رکھی ہوئی ہے جس کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔ انہوں نے حیرانگی کے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا' یہ تاڑ کر شیخ جیلانی نے خادم پر نگاہ ڈالی' وہ وہیں بے ہوش ہو کر گرا اور مر گیا (ایک روایت میں ہے کہ کیتلی خود بخود گھومی اور رخ قبلہ کی طرف ہو گیا)

ابوالبقاء عکرمی کے بقول وہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سجاح الادیب سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ مجلس وعظ میں حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے شعر بیان فرماتے ہیں اور کتنے لوگ آپ کی مجلس میں تائب ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں مجلس وعظ میں دھاگا لے کر گیا' اور لوگوں کے آخر میں جا کر بیٹھ گیا۔ آپ جب بھی کوئی شعر ادا فرماتے' میں کپڑے کے نیچے اس دھاگے میں ایک گرہ لگا دیتا۔ اچانک آپ نے فرمایا: میں کھولتا ہوں اور تم باندھتے ہو۔

ابوعبداللہ قائد حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالوہاب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالبقاء بن ابی البرکلت نہر ملکی نے بیان فرمایا کہ میرے ایک دوست نے مجھے کہا: میں نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ حضرت شیخ جیلانی پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی' چنانچہ جمعہ

کے دن میں آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر ایک کونہ میں التفات کرنے لگا' فوراً آپ نے فرمایا: ہمارے ہاں' دنیا کی چکناہٹ نہ آخرت کی شہد یہاں مکھی آکر کیا کرے گی۔

عبدالملک بن عبدالواحد سے منقول ہے کہ ابو محمد بن حیات نحوی کہا کرتے تھے: میں عالم شباب میں نحو پڑھ رہا تھا' میں نے لوگوں سے سنا' وہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کی بہت تعریف کرتے تھے اور مجلس وعظ میں آپ کے حسن کلام کی تعریف کرتے تھے' میں جاکر سننے کا ارادہ کرتا لیکن وقت ساتھ نہ دیتا' ایک دن اتفاق سے' میں دوسرے لوگوں کے ساتھ شیخ جیلانی کی مجلس وعظ میں گیا' جب آپ نے گفتگو فرمائی تو میں نے آپ کی کلام کو اچھا پایا نہ مناسب طور پر سمجھ سکا۔ میں نے دل میں سوچا آج کا میرا دن ضائع چلا گیا' جس جانب میں بیٹھا ہوا تھا اچانک شیخ اس طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا سب کچھ نحو ہی کو سمجھتے ہو' ہم تمہیں سیبویہ بناتے ہیں۔

شیخ عمر بن حسن بن خلیل لیمی فرماتے ہیں: میں حضرت شیخ عبدالقادر کی مجلس میں حاضر ہوا' میں بالکل آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کر رہا تھا' اتنے میں' میں نے ہیرہ کی لائٹ کی مثل ایک چیز دیکھی جو آسمان سے اترتی اور سیدھا آپ کے منہ مبارک تک پہنچ کر جلدی واپس چلی جاتی۔ تقریباً" تین بار ایسا ہوا' میں نے چاہا کہ اس بارے میں آپ سے کچھ کہوں لیکن آپ نے فوراً فرمایا: مجلسیں امانتوں کا تقاضا کرتی ہیں۔ چنانچہ میں خاموش رہا۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے شیخ علی بن احمد بن ملاعب الفوارس نے مجھے بتایا اور وہ نہایت ہی سچے تھے' انہوں نے کہا کہ ایک حضرت شیخ جیلانی کی زیارت کو ایک خاص مہم میں کامیابی کے لئے دعا کرانے جا رہے تھے' میں بھی اسی جماعت کے ساتھ ہو لیا' اس جماعت میں ایسا جوان بھی تھا جو بدکردار' ہمیشہ ناپاک رہنا اس کی عادت تھی' جب وہ لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حاجت کا ذکر کیا تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی پھر ان کے سردار نے آگے بڑھ کر شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا' پھر باری باری ہر ایک نے بوسہ دیا یہاں تک کہ اس نوجوان کی بھی باری آئی' جب وہ بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھا تو شیخ نے فوراً اپنا ہاتھ آستین میں ڈال لیا' تو اس نے آستین کو بوسہ دیا' پھر ایک اور آدمی آیا' شیخ نے آستین سے اپنا ہاتھ نکال کر اسے پیش کیا' یہ سلسلہ ایسے جاری رہا یہاں تک کہ شیخ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔

ابو بکر العمری سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں: میں شروع شروع میں مکہ مکرمہ کے راستے حما تھا' اتفاق سے ایک جیلانی آدمی نے میرے ساتھ حج کیا' دوران سفر راستے میں بیمار ہو گیا' جب اسے موت کا یقین ہو گیا تو اس نے ایک خرقہ جس میں دس دینار تھے اور ایک اوپر اوڑھنے کا کپڑا مجھے دیا اور کہا: یہ میری طرف سے شیخ عبدالقادر کی خدمت میں پیش کر دینا اور عرض کرنا کہ وہ مجھ پر رحم

فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا' ان دیناروں پر تو میرا دل للچایا کیونکہ انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد میں کہیں جا رہا تھا کہ شیخ عبدالقادر سے میرا سامنا ہو گیا' میں نے آگے بڑھ کر سلام اور مصافحہ کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور فرمایا' اے! تم نے دس دیناروں اور ایک کپڑے کی خاطر اللہ رب العزت اور اس عجمی نوجوان کی امانت میں خیانت کی اور مجھ سے قطع تعلق کی۔ یہ سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا' شیخ مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو وہ دینار اور کپڑا لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

وزیر ابوالمظفر یحییٰ بن ہبیرہ کے صاحبزادے ابوالفتح احمد سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے دادا جان سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت کی اجازت مانگی' دادا جان نے مجھے اجازت دی اور کچھ دینار بھی دیئے کہ حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کروں اور ان کی طرف سے سلام بھی پیش کروں' وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس میں پہنچا' جب محفل ختم ہوئی اور آپ منبر سے نیچے اترے تو میں نے سلام عرض کیا لیکن مجمع عام میں دینار پیش کرنے میں حرج محسوس کی' میں نے سوچا کہ زاویہ میں جا کر خلوت میں دادا کی طرف سے سلام بھی پیش کروں گا اور دینار بھی دوں گا۔ یہ بھی سوچ ہی رہا تھا کہ شیخ نے فرمایا: لوگوں سے خفت محسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ تمہیں زاویہ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے' ہاں وزیر یحییٰ کو میرا سلام ضرور کہہ دینا۔ میں نے وہ چیزیں تو دے دیں لیکن نہایت ہی حیران ہو کر واپس ہوا۔

احمد بن مبارک مرفعانی سے منقول ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ایک عجمی تھا جسے انی کہا جاتا تھا' نہایت ہی کند ذہن اور احمق تھا' کوئی بات اس کی سمجھ میں آتی ہی نہ تھی مگر بڑی مشقت کے بعد' ایک دن وہ شیخ جیلانی کے پاس پڑھ رہا تھا کہ ایک امیر آدمی شیخ کی زیارت کے لئے آیا۔ شیخ کا صبر دیکھ کر وہ حیران ہو کر بولا: یا شیخ اتنا مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس جوان کی عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے چنانچہ میری شفقت کا سلسلہ ایک ہفتہ سے بھی کم رہ گیا ہے۔ پھر وہ اللہ کے حضور پیش ہو گا۔ اس امیر آدمی کو اس سے تعجب لاحق ہوا اور اس نے ایک ایک دن کو گننا شروع کر دیا' بالکل اسی ہفتہ کے آخری دن اس جوان کی موت واقع ہوئی اور وہ امیر آدمی اس کی نماز جنازہ میں شریک تھا۔

شیخ شرف بن مجد بن قدامتہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ المرائی سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر العماد سے سنا' وہ کہا کرتے تھے' میں نے اصول الدین میں کوئی چیز پڑھی جس نے مجھے شک میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا کیونکہ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ براہ راست دلوں پر بات کرتے ہیں۔ جب

میں آپ کی مجلس میں پہنچا تو آپ گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہمارا عقیدہ وہی سلف صالحین اور صحابہ کا عقیدہ ہے۔ میں نے سوچا، آپ نے یہ محض اتفاقاً فرمایا ہے۔ آپ نے پھر سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور اس جانب متوجہ ہوئے جہاں میں بیٹھا تھا۔ آپ نے دوبارہ وہی بات دہرائی۔ میں نے کہا، کبھی ادھر دیکھتے ہیں، کبھی ادھر دیکھتے ہیں پھر جب تیسری بار میری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا، اے ابوبکر ہمارا عقیدہ وہی سلف صالحین اور صحابہ کا عقیدہ ہے۔ پھر فرمایا: اٹھو! تمہارے والد گرامی آچکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، میں نے سوچا میرے والد تو سفر کو گئے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا گھر پہنچا تو دیکھا، واقعی والد گرامی واپس آچکے ہیں۔

حمال یحییٰ بن میرنی کہتے ہیں۔ میں نے ابوالبقاء عکری نحوی سے سنا، آپ نے فرمایا، میں شیخ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا، طلباء آپ کے سامنے الحان سے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا، کیا وجہ کہ شیخ اسے ناپسند نہیں کر رہے۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا، ایک آدمی فقہ کے چند ابواب پڑھتا ہے تو فوراً اعتراضات شروع کر دیتا ہے۔ میں نے خیال کیا کسی اور کے بارے میں فرما رہے ہیں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، نہیں، نہیں، تمہارا ہی میں نے ارادہ کیا ہے۔ میں نے دل میں کہا، اعتراض سے توبہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، میں نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

شیخ عز الدین فاروقی سے منقول ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے علم کلام اور اصول الدین کے حصول کا پکا ارادہ کر لیا۔ میں نے سوچا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے اس سلسلہ میں مشورہ کر لوں، چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: قبر کی تیاری سے اس کا کیا تعلق۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

حافظ محب الدین بن نجار سے منقول ہے کہ شیخ صوفیہ شہاب الدین سہروردی نے بتایا کہ میں دنیاوی فقہ پڑھتا تھا، میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کچھ علم کلام بھی پڑھوں۔ کسی سے بات کئے بغیر میں نے اس پر پختہ ارادہ کر لیا، اتفاق سے میں نے اپنے چچا ابونجیب کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد میرے چچا حضرت شیخ جیلانی کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے اور حضرت شیخ جیلانی سے میرے لئے دعا کی درخواست کی اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ میں علم فقہ پڑھنے میں مصروف ہوں، پھر میں کھڑا ہوا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ علم کلام پڑھنے کا دل سے خیال نکال دو اسی میں تمہاری عافیت ہے۔ پھر میرا ہاتھ چھوڑ دیا لیکن میں خاموش رہا اور دل سے علم کلام چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا لیکن اس کے بعد میرے حالات دن بدن خراب سے خراب تر ہوتے گئے، میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ حضرت شیخ جیلانی کے حکم کی خلاف ورزی پر ہوا ہے۔

شیخ یوسف سبط الجوزی سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں خاص بک نے بتایا

کہ شیخ جیلانی اتوار کے دن مجلس عامہ لگایا کرتے تھے' میں نے اس مجلس میں حاضری کی خاطر پہلے رات کو وہیں پہنچ گیا' اتفاق سے رات نیند کی حالت میں مجھے احتلام ہو گیا' ٹھنڈی یخ رات' پھر صبح سویرے مجلس میں حاضری' اگر غسل کے لئے کہیں جاتا ہوں تو مجلس فوت ہو جائے گی۔ چنانچہ اسی حالت میں مجلس میں بیٹھ گیا' اختتام محفل پر غسل کرنے کے بعد شیخ کے مدرسہ میں حاضر ہوا' جوں ہی داخل ہوا تو دیکھا شیخ منبر پر تشریف فرما ہیں۔ کچھ دیر کے لئے آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: اے دبیر! تم سردی سے بچ کر جنبی حالت میں ہماری محفل میں حاضر ہوتے ہو' ایسا نہ کیا کرو۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے شیخ مظفر حربی' جو ایک مرد صالح تھے' نے بتایا' میں مجلس شیخ میں شمولیت کے لئے شیخ جیلانی کے مدرسہ میں سوتا تھا' ایک رات گذارنے کے بعد میں مدرسہ کی چھت پر چڑھ گیا' سخت گرمی کی حالت میں مجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجور کھانے کا بھوت سوار ہو گیا۔ چنانچہ میں نے دعا کی: اے اللہ' اے میرے آقا' اے میرے مولا' کاش کہ آج پانچ تر کھجور مل جائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ جیلانی جس حجرہ میں رہائش پذیر تھے اس کا چھوٹا دروازہ بالکل چھت سے کھلتا تھا' اتنے میں وہ دروازہ کھلا شیخ باہر تشریف لائے اور آواز دی: اے مظفر! جو کچھ تم نے مانگا' یہ لو۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں پانچ ہی کھجوریں' جتنے میں نے مانگے تھے۔

شیخ یوسف سبط الجوزی "المراۃ" میں نقل کرتے ہیں کہ سیٹھ عبد الصمد بن ہمام کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے تھا' ان کا شمار اہل ثروت میں ہوتا تھا' جب حضرت شیخ جیلانی کی کرامات کا تذکرہ عام ہونے لگا تو وہ آپ سے منحرف ہو گیا اور قطع تعلق کر لیا' پھر کچھ عرصہ بعد اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ شیخ کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا' دن ہو یا رات وہ شیخ جیلانی کے ساتھ ہوتا تھا' یہ دیکھ کر لوگ بہت متعجب ہوئے' البتہ شیخ کے وصال کے بعد انہوں نے سیٹھ عبد الصمد سے پوچھا' ماجرا کیا ہے؟ تو اس نے کہا میں اپنے سابقہ تنفر پر قائم تھا' اتفاق سے ایک دن شیخ کے مدرسہ سے میرا گذر ہوا' میں نے دیکھا کہ نماز کے لئے جماعت بھی کھڑی ہو رہی اور مجھے رفع حاجت کا تقاضا بھی ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا جلدی سے نماز پڑھ لوں پھر رفع حاجت کر لوں گا چنانچہ میں مسجد میں داخل ہوا' جس دیوار کے پاس شیخ بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے' اسے خالی پایا۔ میں وہاں جا کر نماز پڑھنے لگا' مجھے یہ خیال بالکل نہ تھا کہ آج مجلس کا دن ہے۔ اتنے میں مجلس میں حاضری کے لئے لوگوں کی کثرت ہونے لگی' بھیڑ کی وجہ سے میرا وہاں سے نکلنا ناممکن سا ہو گیا کیونکہ رش کی وجہ سے لوگوں پر سے گذرنے کے سوا چارہ دکھائی نہ دے رہا تھا' اتنے میں شیخ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ قضائے حاجت کی شدت کی وجہ سے میں مرا جا رہا تھا اور شیخ تبلیغ کئے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے میرے بغض و عناد میں اور اضافہ ہو گیا' میں پریشان ہو گیا کہ کیا کروں' کبھی سوچتا کہ کپڑوں میں کر دوں' پھر لوگوں سے شرمندگی کا احساس ہوتا کہ بدبو پھیلنے

سے لوگ بدمزہ ہوں گے۔ مجھے موت سامنے دکھائی دے رہی تھی' میں کوئی تدبیر سوچنے میں مصروف تھا' اچانک شیخ نے منبر سے کچھ قدم نیچے آ کر میرے سر پر اپنے قمیض کی آستین لٹکا دی' مجھے ایسا لگا کہ میں جنگل کے ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوں جس میں نہر جاری ہے۔ میں نے فوراً رفع حاجت کی' نماز کے لئے وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کئے' اتنے میں شیخ نے میرے سر سے اپنی آستین ہٹالی تو میں سابقہ حالت پر منبر کے نیچے بیٹھا تھا' مجھ سے سب کچھ زائل ہو چکا تھا' میرے کپڑوں پر پانی کے تر نشانات موجود تھے۔ یقین فرمایئے' مجھے بہت ہی تعجب ہوا' حیرانی کی انتہا نہ تھی۔ جب مجلس ختم ہوئی' میں نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ میرا رومال نہیں ہے' اس میں میرے صندوق کی چابیاں تھیں' وہ بھی گم ہیں۔ میں جہاں بیٹھا ہوا تھا' وہاں اور اردگرد میں نے انہیں بہت تلاش کیا' لیکن وہ مجھے نہ ملیں۔ چنانچہ میں گھر واپس جا کر کاریگر کے پاس گیا' اس نے صندوق کھول کر مجھے اور چابیاں بنا دیں۔ اسی دوران میں نے عراق عجم ایک خاص کام جانے کا ارادہ کیا' چنانچہ دوسرے دن میں وہاں سے چل پڑا' میں بغداد سے تین دن کے فاصلہ پر دور چلا ہوں گا کہ میرا ایسی جگہ سے گذر ہوا' جہاں سرسبز و شاداب باغ ہے' نہر جاری ہے۔ کچھ دوستوں نے کہا' ہمیں یہاں آرام کرنا چاہئے کیونکہ ایسی جگہ شاید ہمیں راستے میں نہ مل سکے' یہاں نماز بھی پڑھتے ہیں اور کچھ کھا پی بھی لیتے ہیں۔ چنانچہ میں اترا اور الگ ہو کر غور سے دیکھا' تو یہ تو وہی جگہ ہے' جہاں میں نے وضو رکیا تھا' میں نے فوراً اسی جگہ جا کر دیکھا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی' وہی رومال' وہیں پر پڑا ہے اور اس میں وہی چابیاں بھی باندھی ہوئی ہیں۔

شیخ جوادہ کہتے ہیں' ایک دن میں شیخ عبدالقادر کے گھر تھا' آپ بیٹھے کچھ نقل فرما رہے تھے تو چھت سے مٹی گری' آپ نے تین مرتبہ اسے جھاڑا لیکن مٹی پھر بھی گر رہی تھی۔ آپ نے چوتھی مرتبہ چھت کی طرف دیکھا کہ وہاں تو ایک چوہیا ہے جو مٹی گرا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا' تیرا سر اڑ جائے تو فوراً اس کا مردہ دھڑ ایک طرف گرا اور سر دوسری طرف۔ آپ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے۔ میں نے عرض کیا' یاسیدی! آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا' مجھے ڈر لگتا ہے کہ کسی مسلمان کی وجہ سے میرا دل دکھ جائے' تو نتیجہ کے طور پر اسے ایسی مصیبت پہنچے جیسے اس چوہیا کو پہنچی ہے۔

شیخ عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ جیلانی ایک دن مدرسہ میں وضو کر رہے تھے کہ ایک چڑیا نے اڑتے ہوئے پیشاب کیا جو سیدھا شیخ پر گرا جس سے کپڑے خراب ہو گئے' آپ نے غصہ کی حالت میں نگاہ اٹھائی تو چڑیا مر کر نیچے گر پڑی۔ آپ جب وضو سے فارغ ہوئے تو کپڑے سے پیشاب کی جگہ دھو ڈالی اور وہ کپڑے اتار کر مجھے دے دیئے اور فرمایا کہ انہیں بیچ کر رقم صدقہ کر دو۔

شیخ محمد بن الخضر حنی اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر اپنی محفل میں

مختلف اقسام کے علوم بیان فرماتے تھے' آپ جب کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کی ہیبت کی وجہ سے کسی کو بات کرنے کی' تھوکنے کی' کھانسنے کی اور نہ ہی کسی حرکت کی جرات ہوتی۔ دوران محفل جب آپ فرماتے' قال گیا اور حال آیا تو لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا اور ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

شیخ محمد ابی الفتح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ حضرت عبد القادر کی محفل میں حاضر ہوا۔ آپ نے گفتگو شروع فرمائی تو عالم استغراق میں چلے گئے' اثنائے کلام آپ نے فرمایا' کاش! کہ اللہ رب العزت ایک سبز پرندہ بھیجتا جو میری گفتگو سنتا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے ابھی اپنی گفتگو مکمل نہیں فرمائی تھی کہ ایک خوبصورت سبز رنگ کا پرندہ آیا اور آپ کی آستین میں داخل ہو گیا۔ آپ نے دوسرے دن گفتگو فرمائی تو پھر فرمایا' کاش! کہ اللہ رب العزت سبز رنگ کے پرندے بھیجتا جو میری گفتگو سنتے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ محفل سبز رنگ کے پرندوں سے بھر گئی۔

ابن نجار کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ مہر بن سعید شاہد نے شیخ جیلانی کے فرزند ارجمند شیخ عبد الوہاب کے واسطہ سے بتایا' اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ صالح ابو بکر بن علی بن ابی سعد سے سنا' آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شیخ قبلہ کی طرف خاموش بیٹھے تھے' تو میں نے دل میں سوچا کہ شیخ آج گفتگو نہیں فرما رہے۔ آپ پوری جماعت کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور سامنا کرتے ہوئے فرمایا' میری خاموشی تمہارے لئے کلام ہے۔

شیخ عبد الرحمن بن نجم حنبلی فرماتے ہیں کہ میرے ماموں شیخ ابو الحسن بن نجا الواعظ نے بتایا: ایک دن میرا شیخ عبد القادر جیلانی سے ٹاکرا ہوا۔ پھر جب عید کا دن آیا تو میں عید گاہ پہلے پہنچا' جب شیخ جیلانی تشریف لائے تو خلق کا انبوہ آپ کے ساتھ تھا' اور لوگ آپ کے ہاتھوں کو چوم رہے تھے' آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی' تو میں نے دل میں سوچا کہ سنت تو کہتی ہے کہ عید سے پہلے نوافل نہ پڑھے جائیں' اتنے میں شیخ سلام پھیر کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس کا کوئی سبب تھا۔

ساتواں باب: آپ کے کلام بلیغ کے چند نمونے

ابن نجار کہتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن ابی الحسن الجبائی نے حضرت شیخ جیلانی کے مکتوبات کو جمع کیا ہے' میں چند ایک کو یہاں نقل کرتا ہوں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: **الخلق حجابک عن نفسک و**

نفسک حجابک عن ربک ما دمت تری الخلق لا تری نفسک' ما دمت تری نفسک لا تری ربک اپنے آپ کو پہچاننے میں مخلوق تیرے لئے حجاب ہے اور اپنے رب کی معرفت سے تیری ذات حجاب ہے۔ جب تک تم دوسروں کو دیکھو گے' اپنے آپ کو نہ دیکھ سکو گے اور جب تک تمہاری نظر اپنے آپ پر ہوگی' اپنے رب کی معرفت سے جاہل رہو گے۔

آپ فرمایا کرتے تھے دنیا ایک اشتغال ہے اور آخرت ہولناک ہے۔ اور بندہ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس کا ٹھکانا جنت ہے یا جہنم۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے: خالق اور مخلوق کے سوا کچھ بھی نہیں' اگر تم خالق کو اختیار کرتے ہو تو تمہیں ایسے کہنا پڑے گا جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا" **فانہم عدولی الا رب العالمین**" کہ رب العالمین کے ماسوا وہ سارے میرے دشمن ہیں۔ پھر آپ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اور فرمایا: جس نے چکھا اس نے پہچان لیا۔ تو ایک سائل اٹھا اور کہا' یا سیدی! جس پر صفرا کی کڑواہٹ غالب ہو وہ ذوق کی مٹھاس کیسے پائے گا۔ آپ نے فرمایا: وہ خواہشات کی ے استعمال میں لائے۔ آپ نے بعض مجالس میں فرمایا: سب سے پہلے قلب مومن پر حکمت کے ستارے کا ظہور ہوتا ہے' پھر علم کا چاند' پھر معرفت کے سورج کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نجم حکمت سے دنیا' قمر علم سے آخرت اور معرفت شمس سے مولیٰ کو دیکھتا ہے۔

آٹھواں باب: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے وصل کے بیان میں

ابن جوزی کہتے میں کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا آٹھ ربیع الثانی ہفتہ کی رات ۵۶۱ھ کو وصال ہوا اور فوراً اسی وقت غسل کے بعد آپ کے مدرسہ میں آپ کو دفن کیا گیا' بوقت وصال آپ کی عمر نوے برس تھی اور یہ بھی سنا گیا کہ بوقت انتقال آپ نے فرمایا' رفقا" رفقا" پھر آپ نے فرمایا' وعلیکم السلام' میں تمہاری طرف آرہا ہوں' میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے سنا' وہ فرمارہے تھے کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے بوقت وفات فرمایا: میں بڑا شیخ ہوں' ہم سے ایسا وعدہ نہیں ہوا اور ابن نجار اپنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۰ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو ہوئی' اس وقت آپ کی عمر مبارک نوے برس تھی اور آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند شیخ عبد الوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔

والحمدللہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبتہ وسلم۔

بروز جمعۃ المبارک نو بجے صبح ۲۱ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸ فروری ۱۹۹۷ء ترجمہ تکمیل کو پہنچا۔

امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے اقوال کی روشنی میں

مزارات پر حاضری
کے آداب

تالیف

عمر حیات قادری

صفہ اکیڈمی لاہور

نعلِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تصنیف

امام ابوالیمن عبدالصمد بن عساکرؒ

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

صُفّہ اکیڈمی

امتیاز آپٹیکل مدینہ مارکیٹ ڈبی چوک صدر لاہور کینٹ ● فون: 6664563

صُفّہ اکیڈمی کے اغراض و مقاصد

- دعوت و تبلیغ کے وسیع تر میدان کیلئے کسی بھی اعتبار سے مُفید اور ممد لٹریچر کی اشاعت کا اہتمام کرنا۔
- عامۃ المسلمین کی فکری و عملی راہنمائی کے لیے عصری مسائل پر بصیرت افروز لٹریچر کی اشاعت کا اہتمام کرنا۔
- کتاب و سُنّت کے عطا کردہ دعوتی و تبلیغی مزاج کے مطابق عامۃ المُسلمین کی عملی تربیّت کے لیے خالص دعوتی نوعیّت کے لٹریچر کی اشاعت اور پروگراموں کا اجرا۔
- مروجہ نظام دعوت و تبلیغ کے اِصلاح طلب پہلوؤں کو اُجاگر کرنا اور اصلاحِ احوال کے لیے ضروری اقدام تجویز کرنا۔
- کتاب و سُنّت پر مبنی ان خالص تعلیماتِ تصوّف کی اشاعت و ترویج جو اب بھی اپنے اندر رُوحانی اقدار کے احیاء کی ضمانت رکھتی ہے۔
- مختلف اداروں، جماعتوں اور انجمنوں کے تحت ہونے والی سرگرمیوں کا بے لاگ جائزہ لینا اور انکی کاوشوں کو باہم مربُوط کرنے کے لیے ٹھوس منصُوبہ بندی اور عملی اقدام کرنا۔
- ائمہ، واعظین اور خطباء کی تربیّت کے لیے مؤثر منصوبہ بندی اور عملی اقدام کرنا
- عامۃ المسلمین کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے دلنشین اور پُرحکمت لٹریچر کی اشاعت کا اہتمام کرنا۔
- دین فہمی کے لیے خصُوصی کلاسز اور خط و کتابت کورسز کا اجراء کرنا۔

صُفّہ اکیڈمی

اِمتیاز آپٹیکل مدینہ مارکیٹ دبئی چوک صدر لاہور کینٹ ◎ فون: 6664563